سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ

مولفہ

سید سلیمان علی خاں

ادب کدہ

رنگ محل جانسٹھ (ضلع مظفر نگر۔ یوپی)

سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ

مؤلفہ

سید سلیمان علی خاں

ادب کدہ

رنگ محل جانسٹھ ضلع مظفر نگر یوپی

© سید سلیمان علی خاں

تقسیم کار:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

جامعہ نگر، نئی دہلی 110025 ، اُردو بازار، دہلی 110006
پرنسس بلڈنگ، بمبئی 400003 ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 202001

بار اوّل　　اکتوبر ۱۹۸۰ء　　قیمت 12/50

برٹی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی 110002 میں طبع ہوئی۔

انتساب

قوم کے نام ....

اس استدعا کے ساتھ کہ وہ اپنے ماضی کا مطالعہ کرے.....

حال پر غور کرے ......

اور

مستقبل کی فکر کرے .....

سید سلیمان علی خاں
بی۔ اے

اظہارِ تشکّر

ہم ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ کے بے حد ممنون ہیں کہ انھوں نے ڈاکٹر بینی پرشاد کی "ماثر الامرا" (انگریزی ترجمہ) سے اقتباسات و ترجمے کی نقل کرنے کی ہمیں اجازت دے دی۔

سید سلیمان علی خاں
بی۔ اے

تعارف

چند برس پہلے کی بات ہے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سادات بارہہ سے متعلق ایک اجمالی مگر جامع اور مستند کتاب مرتب کی جائے جس میں سادات بارہہ کی تاریخی شخصیتوں کا حال بہ تفصیل قلم بند ہو اور جس میں قوم کی نامور ہستیوں کے کمالات اور ان کے جنگی کارناموں کو بخوبی لایا جائے تاکہ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد لوگ اس قبیلہ کے خصائص اور ان کی خدمات سے روشناس ہو سکیں اور تاریخ میں ان کی اہمیت اور ان کے صحیح مقام کو پہچان سکیں۔ اس طرح کی کتاب مرتب کرنا میرے واسطے کوئی آسان امر نہ تھا لیکن بہرحال عزیزوں اور دوستوں کی زبردست حوصلہ افزائی کے باعث ہی میں نے یہ کام سرانجام دینے کی ٹھان لی۔

بہت عرصہ پہلے راقم الحروف کے پردادا سید مظفر علی خاں صاحب مرحوم نے بھی "تاریخ سادات باہرہ" کے نام سے سادات کی ایک تاریخ مرتب کی تھی لیکن کسی وجہ سے وہ شائع نہ ہو سکی جو واقعی ایک قابل افسوس امر ہے۔

ہندوستان میں سادات بارہہ پر بہت کم مصنفین نے توجہ دی ہے

اور تاریخی نقطۂ نظر سے اس قبیلہ کے کمالات اور اس کے زرّیں کارناموں کو برائے نام ہی پیش کیا گیا ہے۔ البتہ پاکستان میں سادات عظام پر بہت کچھ تحقیقی کام ہوا ہے۔ اس سلسلے میں وہاں پر ڈاکٹر صفدر حسین صاحب نے قابل ستائش خدمات انجام دی ہیں۔

سادات بارہہ کے بہادری سے بھرپور کارنامے اور مغلیہ سلاطین کے حضور ان کی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں نیز مغل بادشاہوں کے تئیں ان کی وفاداری حقیقت میں قابل تحسین ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ سلطنتوں کے قیام اور ان کو منظم رکھنے میں سادات بارہہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اس کا جیتا جاگتا ثبوت مغلیہ سلاطین کی اکثر وہ فتوحات ہیں جن کا انحصار سادات بارہہ کے امراء کی بے پناہ شجاعت اور ان کی زبردست جنگی صلاحیتوں پر رہا۔ اس قبیلہ کی یہی وہ نمایاں خصوصیات تھیں جن کی بدولت شاہان مغلیہ پیچیدہ سے پیچیدہ مہمات کو سر کرنے میں کامیاب و کامراں ہوئے لیکن یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ تاریخ کے مصنفین نے کوتاہ نظری سے کام لیا اور اس قبیلہ کی گراں قدر خدمات کو نظر انداز کر کے اس کو پس پشت ڈال دیا۔ حالاں کہ چند ایک حضرات نے اس طرف سبقت بھی کی تو وہ اس طرح کہ انھوں نے سادات بارہہ کی خامیوں پر ہی نظر ڈالی اور ان کے تمام دوسرے اچھے اوصاف کو قطعی نظر انداز کر کے سادات عظام کو بدکردار اور دغاباز ٹھہرایا اور ان پر نفرت و ملامت کی بوچھار کر دی جو بلا شبہ حقیقت سے پردہ پوشی ہے اور اس نفرت کے پس پردہ حسد اور جلن کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ بہر کیف اب چند دوسرے حضرات بھی

سادات بارہہ پر تحقیقی کام سرانجام دے رہے ہیں جو اس سلسلے میں ایک حوصلہ افزا اقدام ہے اور جس کے نتیجے میں اس قبیلہ کی خصوصیات و کمالات اور ان کے کارناموں کی مفید اور بہت موثر وضاحت ہو سکے گی۔ ہم ایسے محققین سے پر خلوص امید کرتے ہیں کہ وہ سادات عظام کے بارے میں جذبات سے کام نہ لے کر تاریخ کے بالکل صحیح رخ سے روشناس کرا سکیں گے اور تاریخ میں ان کے وجود کی اہمیت اور ان کی خدمات کو نہایت منصفانہ انداز میں پیش کر سکیں گے تاکہ تاریخ کی مناسب عکاسی ہو سکے۔

زیر نظر کتاب ''سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ'' کے بارے میں صرف اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سادات بارہہ سے متعلق یہ کوئی مفصل تاریخ نہیں ہے بلکہ ایک جائزہ بصورت خلاصہ ہے جس میں سادات عظام کی خدمات اور ان کی قربانیوں کی ایک جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ کتاب مرتب کرتے وقت میری تمام تر کوشش یہی رہی ہے کہ کوئی غیر ضروری اور لغو واقعہ اس میں جگہ نہ پا سکے لیکن پھر بھی چند واقعات کہیں پر آ گئے ہیں جو ہم سینہ بہ سینہ اپنے بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔ اس طرح کے جو واقعات میں نے تحریر کیے ہیں وہ تقریباً حقیقت پر مبنی ہیں اور ان کو سرے ہی سے روایتی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ اختلافی موضوعات و واقعات کو بھی میں نے تحریر کرنے سے گریز کیا ہے تاکہ کسی بے جا قسم کی بحث کا امکان پیدا نہ ہو۔ تمام کتاب میں جا بجا ضروری حوالہ جات و اشارات موجود ہیں تاکہ کسی طرح کے شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

یں ایشیاٹک سوسائٹی ۔ کلکتہ کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے ڈاکٹر بینی پرشاد کی کتاب "ماثر الامرا" (انگریزی ترجمہ) سے اقتباسات و ترجمہ نقل کرنے کی مجھ کو اجازت دے دی ۔ اس کے علاوہ سید ظہیر عباس صاحب ساکن قصبہ جانسٹھ و سید حامد حسین صاحب ساکن موضع سرائے رسول پور کا بھی یں از حد ممنون ہوں کہ اس کتاب کے مرتب کرنے یں وقتاً فوقتاً انھوں نے میری بہت مدد فرمائی ہے ۔

آخر یں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اپنی گراں قدر آرا، سے خاکسار کو مطلع فرمائیں گے ۔ فقط

احقر :- سید سلیمان علی خاں

بی ۔ اے

رنگ محل ۔ جانسٹھ ۔ پی ۔ او

ضلع مظفر نگر ۔ یو ۔ پی

۱

سادات بارہہ

سادات بارہہ ہندوستان کے مشہور و معروف اور با اثر سیدوں کے قبیلہ کا نام ہے جس کے بیشتر خاندان علاقہ دوآبہ جواب ضلع منظفر نگر میں واقع ہے، کے مواضعات میں آباد ہیں۔ سادات بارہہ کے خاص مواضعات یہ ہیں جانسٹھ سمبھلہیڑہ مجھیڑہ۔ جٹواڑہ۔ کھوجڑہ۔ ہیبت پور۔ پلڑی۔ میران پور۔ ہاشم پور۔ کیتھوڑہ۔ ٹنڈھیڑہ۔ ککرولی۔ بیہڑہ۔ مورنہ۔ تسہ۔ منظفر نگر خاص بہادری۔ سندھاؤلی۔ چتوڑہ۔ کوال۔ بلاس پور۔ بھٹوڑہ۔ سرائے رسول پور نیوڑہ۔ جولی وغیرہ۔ اس کے علاوہ ہیمن اور نگینہ واقع ضلع بجنور و میرٹھ خاص میں بھی سادات بارہہ کے چند خاندان آباد ہیں۔

اہل علم[۱] اور تاریخ داں حضرات نے لفظ "بارہہ" کی مختلف تشریحات و معنی بتائے ہیں۔ مثلاً "توزک" اور "طبقات" میں لفظ بارہہ کو بارہ (۱۲) کے ہندسہ سے مناسبت دی گئی ہے۔ بارہ ہندی کا لفظ ہے یعنی

---

[۱] "آئین اکبری" (انگریزی ترجمہ) مولفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ ایڈیشن

بقول " توزک " چوں کہ دوآبہ کے علاقے میں سادات کی آبادی بارہ مواضعات پر مشتمل تھی اس لیے اس قبیلہ کو " سادات بارہ " کہا گیا جو بعد میں کثرت استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہو گیا ۔

کتاب " وقائع سیر و سیاحت " میں ڈاکٹر برنیئر نے جو اس وقت کے حالات و واقعات قلم بند کیے ہیں اور حواشی میں جہاں جہاں بھی سادات کا ذکر کیا ہے وہاں پر ان کے نام کے ساتھ ساتھ لفظ " بارہ وال کا استعمال کیا ہے ۔ بارہ وال کا مطلب ہے یعنی بارہ والے ۔

بعض ثقہ حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ کیوں کہ سادات کرام کے مورث اعلیٰ سید عبد اللہ الحسن معروف بہ ابوالفرح واسطی بیرون ہند یعنی ملک عراق سے تشریف لائے تھے اس لیے ان کی نسل کو " سادات باہرہ " کے نام سے موسوم کیا گیا جو بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے " سادات بارہہ " میں تبدیل ہو گیا ۔

جناب ٹیکم رمنانی بھی اپنی انگریزی کتاب " دی میگنیفشنٹ مغل " میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

" سادات[1] بارہہ کو ہمیشہ مغلیہ لشکر کے اگلے گوشہ میں یعنی ہراول میں تعینات کیا جاتا تھا اور یہ حق ان کی میراث بن چکا تھا ۔ "

لفظ بارہہ کے سلسلے میں ایک دیگر قیاس جو اپنی جگہ پر کافی قوی ہے یہ ہے کہ تمام سادات بارہہ کیوں کہ اپنے مذہبی عقیدہ کی بنا پر اثنا عشری شیعہ ہیں یعنی بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں اس لیے یہ لوگ

---

1. The Magnificient Moghuls
by: Tikam Rammani.

"سادات بارہ" کہلائے جو بعد میں کثرت استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہوگیا۔

بہرحال لفظ "بارہہ" کا استعمال مناسب ہے یا "بارہ" کا یہ ایک طویل بحث بن سکتی ہے اس لیے قطع نظر اس بحث کے ہم اپنی کتاب میں سادات کے ساتھ لفظ "بارہہ" کا ہی استعمال کریں گے کیوں کہ ہمارے خیال کے بموجب سادات کے ساتھ لفظ بارہہ کا استعمال مناسب ہے۔ اس کے علاوہ تمام تاریخی کتب میں جو ہماری نظر سے گزری ہیں سادات کے ساتھ لفظ بارہہ" کا استعمال ہوتا نظر آتا ہے۔ اس لیے ہم بھی لفظ بارہہ ہی استعمال کریں گے۔

سادات بارہہ کا گھرانہ اپنی شجاعت و بہادری کے لیے مشہور ہے۔ شجاعت اس قبیلے کے افراد کے خون میں شامل ہے اور یہی ان کی امتیازی خصوصیت ہے۔ بہادری سے بھرپور ان کے کارنامے آج بھی تاریخ میں تابندہ و محفوظ موجود ہیں۔ بہادری، نڈرپن اور بے پناہ جوش کے ساتھ ساتھ سادگی اور انکساری بھی ان کے اوصاف میں شامل ہیں۔

تمام مغلیہ دور حکومت کے اکثر محاربات میں اس قبیلہ کے افراد نے بے خوف ہو کر حصہ لیا اور مغلیہ سلاطین کے پیش نظر پیچیدہ مہمات کو اپنی بے پناہ شجاعت اور اپنا قیمتی خون بہا کر سر کیا۔ تمام مغلیہ تاریخ میں کوئی ایسی جنگ نہیں جس میں سادات بارہہ کے افراد نے اپنی بہترین جنگی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کیا ہو اور اپنی جان پر کھیل کر تیموری سلاطین کی لاج نہ رکھی ہو۔ سادات کی بہادری اور ان کی جنگی صلاحیتوں کا بھرپور فائدہ شہنشاہ اکبر اور ان کے بعد تمام مغلیہ سلاطین نے اٹھایا اور سادات بارہہ

نے ان کا حق نمک ادا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہو۔

سادات بارہہ کی مشہور ہستیوں نے جو شان دار عمارتیں اپنے اپنے مواضعات اور علاقوں میں بنوائی تھیں وہ ان کی شان و شوکت اور جلالت کی آج بھی مظہر ہیں۔ اگرچہ بیشتر عمارتیں اب خستہ حالی کا شکار ہیں لیکن ان کو دیکھ کر آج بھی سادات کے جلیل القدر ہونے اور اس قبیلہ کے ذی اثر ہونے کا احساس ہوتا ہے مثلاً قصبہ جانسٹھ میں چار بڑے دروازے جو کافی بلند بھی ہیں اور جن میں سے ہو کر ہاتھی بآسانی گزر سکتا ہے اور ایک نہایت خوب صورت مسجد موجود ہے اس کے علاوہ قصبہ ہذا میں ہی ایک دیوان خانہ، بڑی حویلی اور ایک حمام جو اب آثار قدیمہ ہیں بدستور قائم و موجود ہیں۔ قصبہ میران پور (ضلع مظفر نگر) میں کوٹلہ اور گڈھی وغیرہ کی شان دار عمارتیں خستہ حالت میں اب بھی موجود ہیں۔ موضع کھلاوڑہ میں سادات کی یادگار ایک بلند دروازہ اور گڈھی کی عمارتیں اب بھی موجود ہیں۔ اسی طرح موضع سمبھلہیڑہ میں ایک بلند دروازہ اور امام باڑے کی عمارت قابل دید ہے۔

بعض لوگ سادات کی شجاعت میں شک و شبہ رکھتے ہیں ان کی تسلی اور ان کے بے جا شبہات کو رفع کرنے کے لیے ہم "آئین اکبری" مولفہ: ایچ۔ بلاخ مین (شائع شدہ کلکتہ) میں درج اقتباس یہاں پر نقل کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے سادات کے شجاع ہونے کا ثبوت فراہم ہو جاتا ہے۔

"اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر سادات بارہہ نے میوات کے خانہ زادوں، امروہہ کے سادات اور شاہی صفوی خاندان کی دھاک

کو سرے سے ہی ختم کر دیا اور بے پناہ قوت ین کران سب پر سبقت حاصل کی"۔

میدان جنگ میں ان کی نبرد آزمائی بے مثال تھی۔ ایک بار جنگ میں کودنے کے بعد میدان سے قدم پیچھے ہٹانا ان کی اُنا کے منافی تھا۔ سادگی کی بنا پر کبھی کبھی وہ بے سوچے سمجھے ہی بغیر کسی خوف کے دشمن پر ناگہاں جا پڑتے تھے جس کا نتیجہ اکثر یہ نکلتا تھا کہ کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

سادات بارہہ کے بارے میں شہنشاہ جہاں گیر کے ارشادات بھی قابل ملاحظہ ہیں[1]:

"بعض لوگ ان کے صحیح النسب سید ہونے کے متعلق شکوک رکھتے ہیں لیکن ان کی شجاعت اور بہادری ان کے سید ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ اس سلطنت کے تمام معرکوں میں سے کوئی معرکہ ایسا نہیں ہے جس میں ان لوگوں نے اپنے آپ کو نمایاں نہ کیا ہو اور ان کے کچھ نہ کچھ افراد کام نہ آئے ہوں۔ مرزا عزیز کو کہا کرتا تھا کہ: "سادات بارہہ اس سلطنت پر نازل ہونے والی بلاؤں کا رخ پھیرنے والے لوگ ہیں۔ حق بات تو یہی ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے"۔

سادات بارہہ کی شجاعت اور تیموری سلاطین کی خدمت میں رہ کر ان کی جاں نثاری اور وفاداری کے ساتھ خدمت انجام دینے کے مزید ثبوت کے طور پر ایک واقعہ جو "تاریخ سادات باہرہ" مولفہ:—

---

[1] "توزک جہاں گیری" اردو ترجمہ
سلیم واحد سلیم - طبع شدہ - لاہور - پاکستان

سید مظفر علی خاں مرحوم قصبہ جانسٹھ (غیر طبع شدہ) میں تحریر ہے یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ یہ واقعہ سادات کی وفاداری اور نمک حلالی کا زبردست ثبوت فراہم کرتا ہے:۔

سید یوسف عرف سید گدّن موضع چنوڑہ کے رہنے والے تھے اور ہمایوں بادشاہ کی سرکار میں افسر فوج کی حیثیت سے ملازم تھے۔ آپ بڑے بہادر اور سرکشوں کے سر توڑنے والے تھے اس لیے سید گدّن سرتوڑ کے نام سے مشہور تھے۔ جب ہمایوں بادشاہ اور شیر شاہ میں جنگ ہوئی تو آپ اپنے وطن موضع چنوڑہ میں تھے۔ جب آپ نے یہ خبریں سنیں تو اپنے تمام عزیزوں رفیقوں اور دوستوں کو جمع کیا اور ہمایوں بادشاہ کی مدد کو روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں معلوم ہوا کہ ہمایوں شکست کھا کر آگرہ کی طرف بھاگ گیا۔ آپ نے فوراً آگرہ کا رخ کیا اور بہت جلد ہمایوں سے جا ملے۔ چوں کہ افغان ہمایوں کے تعاقب میں تھے۔ ہمایوں نے ہندوستان کو الوداع کہہ کر ایران کا قصد کیا۔ سید صاحب موصوف بھی بہ نظر وفاداری و خیر خواہی ہمایوں کے ہم رکاب رہے۔ بعض موقعوں پر افغان قریب پہنچ گئے۔ آپ نے مقابلہ کر کے ان کو روکا اور نہایت جواں مردی سے مصروف جدال و قتال ہوئے اور خوب خوب داد شجاعت دی۔ آپ کے بیشتر عزیز و رفقا ان آویزشوں میں کام آئے۔ اسی طرح افغانوں سے لڑتے بھڑتے دریائے اٹک پر جو اب سندھ کہلاتا ہے پہنچے۔ اس وقت بہت تھوڑے آدمی ساتھ رہ گئے تھے۔ ہمایوں دریا پار ہونا چاہتا تھا کہ دشمن بھی تعاقب کناں آ پہنچا۔ ہنگام عبور ہمایوں نے سید صاحب سے بھی ہم راہ چلنے کے لیے کہا۔ آپ نے جواب

دیا کہ دشمن سر پر آ پہنچا اور میرے اکثر بھائی عزیز اور بیٹے کام آ چکے ایسی حالت میں بقیہ ایام زندگی بسر کرنا دشوار ہو گا۔ لہٰذا فدوی کو معاف فرما کر حضور بہت جلد دریا کے پار ہو جائیں توقف میں اندیشہ ہے میں بڑھ کر دشمن کو روکتا ہوں۔ چناں چہ ہمایوں کشتی میں سوار ہو گیا اور سید صاحب معہ بچے کھچے عزیزوں رفیقوں کے افغانوں کے مقابل آ گئے لیکن جمیعت کثیر کے سامنے گنتی کے افراد کی کیا بساط۔ سخت لڑائی کے بعد ایک ایک کر کے مقتول ہو گئے اور حق نمک ادا کر گئے۔ بادشاہ بحفاظت پار ہو کر محفوظ علاقے میں پہنچ گیا۔ ان سب سادات کے مزارات اسی موقع پر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہیں۔

کچھ عرصہ بعد جب ہمایوں پھر لشکر فتح اثر لے کر ہندوستان کی طرف آیا اور یہاں کے تخت و تاج کا دوبارہ مالک ہوا تو اس کو سید گدّن کی جاں نثاری جو اس نے بوقت عبور دیکھی تھی یاد آئی اور از راہ قدر دانی ان کی اولاد اور رشتہ داروں کو یاد کیا۔ سید گدّن کی اولاد اول تو باقی ہی نہ رہی تھی اور جو تھی بھی وہ نابالغ تھی اس لیے کوئی بادشاہ کے حضور میں پیش نہ ہو سکا۔

سید گدّن کا مذکورہ بالا واقعہ سادات کی جاں فشانی اور وفاداری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ تیموریوں کے لیے سادات بارہہ کی عرق ریزی کے دیگر بہت سے واقعات ہیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں جن کے مطالعہ سے اس قبیلہ کی عظمت و شان کا پتہ چلتا ہے۔ اپنی بے پناہ شجاعت اور بے لوث شاہی خدمات کی بدولت ہی سادات بارہہ کے اکثر لوگ امارت کے درجہ تک پہنچ سکے۔

شجاعت کے ساتھ سادگی اور سادہ لوحی بھی اس قبیلہ کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دینا اس قبیلہ کا خاصہ ہے۔ اسی لیے سادات کی خود اعتمادی اور سادہ لوحی بھی مشہور ہے۔ سادات کی سادہ لوحی کی مثال پیش کرنے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم سید محمود خاں بارہہ کونڈلی وال کا ایک واقعہ جو مستند ہے اور "آئینِ اکبری" میں مندرج ہے یہاں تحریر کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سادات کو کبھی اپنی ذلت و ہتک گوارہ نہ ہوئی اور اپنی عزت کو برقرار رکھنے کی خاطر وہ موت کو گلے لگانے سے بھی کبھی نہ چوکتے تھے۔

سید محمود خاں بارہہ کونڈلی وال (تفصیلی حالات آئندہ صفحات میں) سادات بارہہ کے جلیل القدر امراء میں سے تھے۔ آپ موضع مجھیڑہ (ضلع مظفر نگر) سے تعلق رکھتے تھے اور شہنشاہ اکبر کے وقت مشہور امراء میں آپ کا شمار تھا۔

"سید محمود بے انتہا بہادر، سادگی پسند اور حد درجہ رحم دل انسان تھے۔ آپ کے مزاج میں مزاح بہت زیادہ تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اکبرِ اعظم کے دربار میں کسی امیر نے سید محمود بارہہ پر طنزیہ اصلی سید نہ ہونے کا الزام لگایا جس کو سن کر سید محمود بارہہ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اگر میں اصلی سید ہوں تو آگ مجھے نہیں جلا سکتی۔ قریب ہی کہیں اتفاقاً دہکتے ہوئے کوئلوں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ایک گھنٹہ تک آگ میں کھڑے رہے۔ بعد میں بہت سے امراء کے سمجھانے اور خوشامد کرنے پر وہ آگ سے باہر آئے تو تمام لوگوں کو یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ ان کے جوتوں

(مخملی سلیپروں) تک پر آگ کی جلن کا کوئی نشان نہ تھا۔"
مختصراً یہ چند واقعات سادات بارہہ کی بے پناہ قوتوں کو عیاں کرنے اور ان کے جنگی کارناموں کو ظاہر کرنے کے لیے ہم نے یہاں تحریر کیے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم ان کی خصوصیات و کمالات اور ان کی شاہی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کر رہے ہیں جس سے اس قبیلہ کی عظمت و حوصلہ مندی کی خاطر خواہ وضاحت ہو سکے گی۔

2

مورث اعلیٰ سادات بارہہ

سید عبداللہ الحسن معروف بہ ابوالفرح واسطی

سلطان[1] ناصرالدین سبکتگین ۹۷۶ء میں غزنی کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس نے ایک مضبوط سلطنت کی بنیاد وہاں پر قائم کی۔ اپنی سلطنت کو چار طرف سے محفوظ و مضبوط کرنے کے بعد سبکتگین نے ہندوستان کی

---

[1] "تاریخ ہندوستان" انگریزی
مصنف: مائیکل ایڈورڈیس۔ شائع شدہ لندن ۱۹۶۷ء ایڈیشن

طرف اپنا رخ کیا۔

۹۸۶ئ میں راجہ جے پال جو اس وقت پنجاب کے بیشتر علاقوں اور افغانستان کے قدرے علاقہ پر قابض تھا سلطان سبکتگین کے حملہ کا شکار ہوا اور بھٹنڈہ واقع نزد پٹیالہ کے قریب اس کو شکست فاش ہوئی جس کے باعث یہ تمام علاقہ اس کے قبضہ سے نکل کر سبکتگین کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔ محمود غزنوی جو سبکتگین کا لائق و فائق بیٹا تھا اپنے باپ کے انتقال کے بعد غزنی کا حکمراں ہوا۔ محمود ایک بہادر اور عظیم حوصلہ مند سلطان تھا۔ اس نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ایران و ترکستان کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مزید علاقہ پر بھی اپنے قبضہ کو اور زیادہ مضبوط و وسیع کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اپنے اس ارادے کو روبہ عمل لانے کے سلسلے میں سلطان محمود نے بمقام واسط (عراق) سے سید عبداللہ الحسن معروف بہ ابوالفرح واسطی کو جو کہ سادات بارہہ کے مورث اعلیٰ ہیں طلب فرمایا اور اپنے ساتھ اس مہم میں ان کو شریک کر لیا۔

سید عبداللہ الحسن بمع اولاد صالح سلطان محمود کے ہمراہ پورے عزم و حوصلے کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے اور زبردست معرکہ کے بعد شاندار فتح حاصل کی جس کے نتیجہ میں پنجاب کا وسیع تر علاقہ اور جنوب میں قنوج و کاٹھیاواڑ تک سلطان محمود کا قبضہ ہو گیا۔

اپنی اس شاندار فتح پر مسرور ہو کر اور سید عبداللہ الحسن کی اہم خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے سلطان محمود نے سرہند و کلانور (پنجاب) کا علاقہ آپ کو بطور انعام جاگیر کی صورت میں عطا کیا۔ اس

علاقہ میں حکومت کا نظم و نسق مستحکم کرنے کے بعد اور حالات کے خاطر خواہ اطمینان بخش ہو جانے پر سلطان محمود دولت کثیر اکٹھی کر کے ہندوستان سے اپنے وطن غزنی روانہ ہو گیا اور سید صاحب موصوف بھی سرہند و کلانور کی جاگیر پر اپنے چار بیٹوں کو چھوڑ کر ہمراہ سلطان محمود واپس ہو گئے اور غزنی سے اپنے وطن واسط (عراق) پہنچ کر ۱۰۵۵ء میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

یہاں پر ہم بعض حضرات کی یہ غلط فہمی دور کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ سادات بارہہ ایرانی نسل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سادات بارہہ نسل عربی ہیں کیوں کہ اس قبیلہ کے مورث اعلیٰ سید عبداللہ الحسن معروف بہ ابو الفرح واسطی کا اصلی وطن مقام واسط واقع ملک عراق تھا۔

سید عبداللہ الحسن معروف بہ ابو الفرح واسطی کی ہندوستان میں آمد کے سلسلے میں چند دوسری روایات بھی بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت ہلاکو خاں بغداد پر حملہ آور ہوا اور اس کو تاراج کیا تو خوف و دہشت کے باعث بڑی تعداد میں لوگ وہاں سے راہ فرار اختیار کر کے غزنی کی طرف چلے گئے۔ چنانچہ جن لوگوں نے بغداد کی سکونت ترک کی ان میں سید عبداللہ الحسن بھی شامل تھے۔ آپ غزنی پہنچ کر سلطان محمود کی سرکار سے وابستہ ہو گئے اور بعد میں اس کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ روایت ”آئین اکبری“ میں موجود ہے۔ بہر حال سید عبداللہ الحسن کس طرح ہندوستان تشریف لائے یہ الگ مسئلہ ہے لیکن یہ بات ثابت ہے کہ آپ کا اصل وطن عراق ہے اور آپ عربی النسل تھے۔

سلطان محمود کے تسخیر پنجاب کے بعد ۱۰۲۶ء میں سید عبداللہ الحسن نے جو چار بیٹے سرہند[1] وکلانوز میں چھوڑے ان کی سکونت مستقل طور سے پنجاب میں ہی رہی اور ان چاروں بیٹوں کی نسل ہی کل سادات بارہہ ہیں۔ سید موصوف کے چاروں بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سید داؤد (تہن پوری)

۲۔ سید ابوالفضل (چھت بنوزی)

۳۔ سید ابوالفراس (کونڈلی وال)[2]

۴۔ سید نجم الدین (ججیزی)

سید عبداللہ الحسن معروف بہ ابوالفرح واسطی

(۱)	(۲)	(۳)	(۴)
سید داؤد	سید ابوالفضل	سید ابوالفراس	سید نجم الدین
(تہن پوری)	(چھاتروڑی)	(کونڈلی وال)	(ججیزی)

مندرجہ بالا چاروں صاحبزادگان پنجاب کے علاقہ میں اس طرح آباد ہوئے

---

[1] "آئین اکبری" (انگریزی) مولفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ ایڈیشن

[2] "آئین اکبری" میں سید ابوالفراس کا نام سید ابوالفاضل تحریر ہے جو غلط ہے۔ ڈاکٹر سید صفدر حسین نے بھی اپنی کتاب "سیدان بادشاہ گر" میں سید ابوالفراس نام ہی صحیح تسلیم کیا ہے۔

کہ سید داؤد موضع تہن پور میں۔ سید ابوالفضل موضع چھت بنور میں۔ سید ابوالفراس موضع کونڈلی میں اور سید نجم الدین موضع ججیز میں۔ اسی طرح ان چاروں صاحبزادگان کی اولاد کی آباد کاری کا سلسلہ بھی بدستور ایک عرصہ تک پنجاب میں ہی رہا۔ یہ چاروں مواضعات پنجاب میں پٹیالہ کے نواح میں ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان چاروں بیٹوں کی اولاد ان کے رہائشی مواضعات کے نام سے ہی موسوم ہوگئی یعنی سید داؤد کی اولاد سادات تہن پوری کہلائی۔ سید ابوالفضل کیوں کہ موضع چھت بنور میں آباد تھے اس لیے ان کی اولاد چھت بنوری یا چھاتروڑی سادات کہلائی۔ سید ابوالفراس کا قیام کیوں کہ موضع کونڈلی میں تھا اس لیے ان کی اولاد سادات کونڈلی وال کہلائی۔ سید نجم الدین کا وطن کیوں کہ موضع ججیز تھا اس لیے ان کی اولاد سادات ججیزی یا جگیزی مشہور ہوئی۔ اس طرح سے کل سادات بارہہ چار شاخوں یعنی تہن پوری۔ چھاتروڑی۔ کونڈلی وال اور ججیزی میں تقسیم ہوگئے۔ سادات بارہہ میں سادات تہن پوری کو سب سے زیادہ شہرت و اقتدار حاصل ہوا۔ قطب الملک سید حسن علی خاں اور امیر الامراء سید حسین علی خاں جو کہ تاریخ میں "بادشاہ گر برادران" مشہور ہوئے ہیں ان کا تعلق سادات کی شاخ تہن پوری سے ہی تھا۔

۱۱۸۵ء میں سلطان شہاب الدین غوری کے تسخیر ہندوستان کے باعث سلطان محمود کی سلطنت و حکومت متزلزل ہوگئی اور ہندوستان میں اس کا جانشین ملک خسرو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح سلطان محمود

کی ہندوستان میں حکمرانی مکمل طور سے ختم ہو گئی اور خاندان غوریہ نے یہاں کی حکومت و سرداری کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور پہنچ کر سادات بارہہ کے تمام بڑے سرداروں کو جو اپنی جاگیروں پر قابض تھے طلب کر لیا۔ چنانچہ سید حسن فخر الدین۔ سید ابو الحسن۔ سید یحییٰ۔ سید عیوض۔ سید جمال الدین۔ سید کمال الدین۔ سید علی وغیرہ نے حاضر خدمت سلطان ہو کر فوج شاہی میں شمولیت کی اور بہت اہم خدمات انجام دیں۔

3

سادات بارہہ کا دوآبہ یعنی ضلع مظفر نگر میں آباد ہونا

سلطان[1] شہاب الدین غوری کے اچانک قتل کے بعد ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے عنان سلطنت اپنے ہاتھوں میں سنبھالی۔ یہ سلطان بہت نیک دل اور سچا بے انتہا فیاض شخص تھا۔ اس نے

---

[1] "تاریخ ہندوستان" (انگریزی) مصنف: مائیکل ایڈورڈیس۔ لندن ایڈیشن ۶۶۷

سادات بارہہ کی اہم خدمات اوران کی شاہی سرکار کے تئیں وفاداری کو مدنظر رکھتے ہوئے دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے درمیان کا علاقہ جو دوآبہ گنگو جمن کہلاتا ہے سادات بارہہ کے نامور سرداروں کو عطا کیا۔ اس طرح سلطان نے سادات کی ذرہ نوازی بھی کی اور اپنے پایۂ تخت یعنی دہلی کو بھی مضبوط و مستحکم کیا۔

سید حسن فخرالدین جو سید ابوالفضل ابن سید عبداللہ الحسن ابوالفرح واسطی کی پشت میں تھے اور اپنے وطن موضع چھت بنور واقع پنجاب سے دارالخلافہ دہلی کی طرف جاتے ہوئے اکثر موضع سمبھلہیڑہ (ضلع مظفر نگر) جو کہ راجہ سنبھل نے آباد کیا تھا اور وہی اس علاقہ کا حکمراں تھا، کے یہاں سیر و شکار کی غرض سے مہمان ہوا کرتے تھے۔ راجہ سنبھل آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور آپ یہاں خیمہ زن ہو کر کافی عرصہ تک تفریح طبع کیا کرتے تھے راجا سنبھل کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ رانی نے اپنی حفاظت کے طور اور اپنی جاگیر کو بچانے کی خاطر چند شرائط پر اپنے لیے مخصوص معاوضہ ٹھہرا کر اپنی کل جاگیر سید حسن فخرالدین کو ہبہ کر دی کیوں کہ راجہ سے قربت کے باعث آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص رانی کی نظر میں مناسب نہ تھا۔ تمام علاقہ کا ہبہ نامہ ہونے کے بعد اور یہاں پر اپنا تسلط بخوبی قائم کرنے کے بعد سنہ ۱۲۰۶ء میں سید حسن فخرالدین نے اپنے کل خاندان کو موضع چھت بنور پنجاب سے موضع سمبھلہیڑہ بلوا بھیجا۔ اس طرح یہ خاندان مستقل طور سے موضع سمبھلہیڑہ میں سکونت پذیر ہو گیا۔ یہ خاندان کیوں کہ چھت بنور سے یہاں آیا تھا اس لیے یہ خاندان سادات چھاتروڑی یعنی چھت بنوری کہلانے لگا۔

سید حسن فخر الدین کے بعد دیگر سادات نے بھی دوآبہ کے علاقہ کا رخ کیا۔ چنانچہ سید جلال خاں میر جو کہ سید داؤد ابن ابوالفرح واسطی کی آٹھویں پشت میں تھے اور جن کا وطن موضع تہن پور واقع پنجاب تھا وہاں سے آکر موضع ڈھانسری (ضلع مظفر نگر) میں سکونت اختیار کر لی۔ اس طرح یہ خاندان سادات تہن پوری مشہور ہوئے۔ ڈھانسری و کھیڑہ مواضعات جانسٹھ سے شمال کی جانب تین میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔

سید عیوض جو کہ سید ابوالفراس ابن ابوالفرح واسطی کی پشت میں تھے موضع کونڈلی پنجاب کے رہنے والے تھے کونڈلی کو چھوڑ کر موضع مجھیڑہ (ضلع مظفر نگر) میں متوطن ہوئے اس لیے یہ خاندان سادات کونڈلی وال مشہور ہوئے۔ یہ موضع جانسٹھ سے جانب مشرق چار میل پر واقع ہے۔ اسی طرح سید حسین جو کہ سید نجم الدین ابن ابوالفرح واسطی کی پشت میں تھے موضع ججنیر پنجاب سے آکر موضع پلڑی (ضلع مظفر نگر) میں سکونت اختیار کی۔ یہ موضع جانسٹھ سے چار میل جنوب میں واقع ہے۔ یہ خاندان سادات ججنیری کہلاتا ہے۔

۱۲۱۰ء میں سلطان قطب الدین ایبک پولو کا کھیل کھیلتے ہوئے اچانک موت کا شکار ہو گیا اور تخت شاہی سلطان شمس الدین التمش کو حاصل ہوا۔ التمش کے دربار میں بھی سادات بارہہ اپنی شاہی خدمات اور مہمات کو سر کرنے کی بنا پر عنایات و منصب شاہی سے برابر سرفراز ہوتے رہے۔ چنانچہ سید محمد صغریٰ کو پرگنہ بلگرام جو اب ضلع ہردوئی میں ہے جاگیر کے طور پر عطا ہوا تھا اور یہ علاقہ ایک عرصہ تک سادات کے تصرف میں رہا۔ سادات بلگرام سادات بارہہ کی ایک بڑی شاخ ہیں۔

سادات تہن پوری

سید جلال خاں[1] میر تہن پوری جو کہ مورث سادات تہن پوری سید داؤد کی آٹھویں پشت میں تھے اور موضع ڈھانسیری کمہیڑہ میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے چار بیٹے ہوئے تھے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱۔ سید عمر ۲۔ سید چمن ۳۔ سید منہا ۴۔ سید احمد

یہ چاروں حضرات سکونت کی غرض سے قصبہ جانسٹھ کے اطراف میں مختلف مواضعات میں پھیل گئے:-

سید جلال خان میر تہن پوری

۱	۲	۳	۴
سید عمر شہید	سید چمن	سید منہا	سید احمد
قصبہ جانسٹھ	موضع چتوڑہ	موضع بہاری	موضع کوال
میں آباد ہوئے	میں آباد ہوئے	میں آباد ہوئے	میں آباد ہوئے

سید عمر جو کہ شہید کے نام مشہور ہوئے، نے قصبہ جانسٹھ میں سکونت اختیار کی۔ سید چمن نے موضع چتوڑہ کو آباد کیا۔ موضع بہاری کی طرف سید منہا

---

[1] لیڈس رپورٹ ''آئین اکبری'' (انگریزی) 'Leads Report'
مولفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

چلے گئے اور سید احمد موضع کوال میں آباد ہو گئے۔ سید چمن جن کا تعلق موضع چتنوڑہ سے تھا، کی اولاد میں سید جلال زیادہ مشہور ہوئے اور آپ نے زمانہ شاہ جہاں بادشاہ قصبہ کھرڑہ جلال پور (ضلع میرٹھ) آباد کیا۔ اس کے علاوہ آپ کی ہی اولاد میں سید اسد علی اور ان کی اولاد موضع چتنوڑہ میں مقیم رہی۔

سید تہنا[1] (موضع بہاری) کے چھ بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ سید قطب ۲۔ سید سلطان ۳۔ سید یوسف ۴۔ سید جہان ۵۔ سید مان ۶۔ سید ناصرالدین۔ جن مواضعات میں ان لوگوں نے سکونت اختیار کی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ سید قطب اور ان کی اولاد موضع بلاسپور و رتھیڑی میں آباد ہوئی۔

۲۔ سید سلطان موضع سندھاولی میں آباد ہوئے۔

۳۔ سید یوسف موضع دہلنا میں آباد ہوئے۔

۴۔ سید جہان لاولد رہے۔

۵۔ سید مان بھی لاولد رہے۔

۶۔ سید ناصرالدین موضع بہاری میں مقیم رہے اور آپ کی اولاد میں سادات بارہہ کے ایک جلیل القدر امیر سید ابوالمظفر مخاطب بہ نواب خان جہاں بہ زمانۂ شاہ جہاں بادشاہ ہوئے۔ آپ نے ہفت ہزاری منصب حاصل کیا۔ آپ کا شاندار مقبرہ موضع منصور پور (ضلع مظفرنگر)

---

[1] لیڈس رپورٹ "آئین اکبری" (انگریزی)
مولف: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

میں قائم و موجود ہے۔

سید احمد موضع کوال میں آباد ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سید تاتار خاں و سید دیوان یار خاں ہوئے۔ سید تاتار خاں کو بہ زمانہ محمد معظم بہادر شاہ بہت اونچا منصب حاصل ہوا۔ آپ کا شاندار مقبرہ آج بھی صحیح حالت میں موضع کوال میں موجود ہے۔ سید احمد کی اولاد میں چند پشتوں کے بعد سید جمال الدین ہوئے جو موضع چنوڑہ میں آکر بس گئے۔ سید جمال الدین کا مدفن موضع چنوڑہ میں موجود ہے۔

سادات تہن پوری کے ضلع مظفر نگر میں خاص مواضعات یہ ہیں:
قصبہ جانسٹھ، دہلنا، بہاری، بلاسپور، بہادر پور، تیوڑہ، چنوڑہ، سکھرٹیرہ سندھاؤلی، کمہیڑہ، کوال، مظفر نگر خاص و ہیبت پور وغیرہ۔

سادات چھاتروڑی یا چھت بنوری

سید ابوالفضل بارہہ مورث و بانی شاخ سادات چھاتروڑی کی اولاد میں سید حسن فخرالدین نے موضع سمبھلہیڑہ میں سکونت اختیار کی۔ سید حسن فخرالدین کی اولاد میں سید نادہہ بہت مشہور ہوئے۔ سید نادہہ کے چار بیٹے ہوئے جن کو کافی شہرت ہوئی۔ ان چاروں بیٹوں کے نام یہ ہیں:—

لہ لیڈس رپورٹ "آئین اکبری" (انگریزی)
مولفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

۱۔ سید سالار

۲۔ سید تاج الدین

۳۔ سید احمد

۴۔ سید علی

سید سالار کی اولاد میں سید محمد خاں و سید حیدر خاں ہوئے۔ سید محمد خاں کی اولاد موضع کینتھوڑہ میں سکونت پذیر ہوئی۔ سید حیدر خاں قصبہ میران پور جو کہ شہامت خاں بارہہ نے آباد کیا تھا میں مقیم ہوئے۔

سید تاج الدین کی اولاد میں سید عمر قابل ذکر ہیں۔ آپ موضع ککرولی میں آباد ہوئے۔ سید احمد کی اولاد میں سید روشن علی خاں کو بہ زمانہ محمد شاہ بادشاہ کافی شہرت حاصل ہوئی۔

سادات چھاتروڈی کے ضلع مظفر نگر میں خاص مواضعات یہ ہیں:۔ میران پور، کینتھوڑہ، سمبھلہیڑہ، بیہڑہ سادات بیہڑہ، جٹواڑہ چترپالہ، سرائے رسول پور، سکھر یڑہ، ککرولی، مورنہ، محمود پور، میمن عبور دریائے گنگ، تسہ وغیرہ۔

سادات کونڈلی وال

سید ابوالفراس مورث و بانی شاخ سادات کونڈلی وال ہیں۔ آپ

لہ لیڈس رپورٹ "آئین اکبری" (انگریزی)
مؤلفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

کی اولاد میں سید عیوض وغیرہ موضع کونڈلی واقع پنجاب سے موضع مجھیڑہ (ضلع مظفر نگر) میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اس علاقہ میں سوائے جنگلات کے اور کچھ نہ تھا اور یہاں پر ایک خاص قسم کی گھاس پیدا ہوتی تھی۔ یہاں کے کونڈلی وال لوگ شروع سے ہی عام مزدور قسم کے لوگ تھے اور ان کی گزر بسر بڑی مشکل سے ہوتی تھی۔ معاشی طور سے ان کے حالات نہایت ابتر تھے۔ کچھ عرصے بعد یہ لوگ مواضعات ہاشم پور۔ تسنگ۔ ٹنڈھیڑہ وغیرہ میں سکونت کی غرض سے پھیل گئے۔

سادات کونڈلی وال کے ضلع مظفر نگر میں خاص مواضعات یہ ہیں:- مجھیڑہ خاص، بلی پورہ، تسنگ، ٹنڈھیڑہ، بھٹوڑہ، کھوجیڑہ ہاشم پور، موانہ کلاں، چاندپور عبور دریائے گنگ

سادات[1] ججیڑی یا جگیڑی

سید نجم الدین و سید قمر الدین کی اولاد موضع ججیڑی یا جگیڑ پنجاب سے کوچ کرکے موضع بڈولی واقع نزد دریائے جمنا آباد ہوئی۔ کچھ عرصے بعد سید قمر الدین و سید حسین وغیرہ موضع بڈولی چھوڑ کر موضع پلڑی جو کہ جانسٹھ سے جانب جنوب واقع ہے میں متوطن ہوئے۔ سید قمر الدین کی زمینداری موضع چندوڑہ۔ چندوڑی۔ تلسی پور اور کھیڑی وغیرہ

---

1. بلیڈمس رپورٹ "آئین اکبری" (انگریزی) مؤلفہ: ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

یں تھی۔ ان مواضعات میں ہی آپ کی اولاد مقیم رہی۔ اب موضع چندوڑہ ڈتلسی پور میں سادات کا کوئی نفر موجود نہیں ہے۔

سادات ججنیری کے اہم مواضعات یہ ہیں: بلڑی۔ بڈولی چندوڑی وغیرہ

مختصر تاریخ قصبہ جانسٹھ

قصبہ جانسٹھ (ضلع مظفر نگر) پرانی تاریخی روایات کا حامل ہے۔ اس قدیم بستی کا نام بامنولی تھا جو کورو پانڈوں کے وقت میں برہمنوں سے آباد تھی۔ پانڈوں کا پایہ تخت ہستناپور تھا جو یہاں سے تقریباً بیس میل دریائے گنگا کی وادی میں واقع ہے۔ اس لیے گرد و نواح کا یہ علاقہ ان کی جولان گاہ تھا۔ جانسٹھ کی موجودہ آبادی سے جنوب کی طرف ایک تالاب "جان جوہر" کے نام سے اور ایک مندر "سدا شبھو" کے نام سے مشہور ہے اور یہ دونوں اسی وقت کی یادگار بتائے جاتے ہیں۔

جب جوئے میں پانڈو اپنی تمام سلطنت کوروں کے ہاتھوں ہار گئے تو مقام سکونت پر جھگڑا ہوا۔ پہلے کورو نے سلطنت واپس کر دی تھی مگر اس جیت کے بعد واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ تصفیہ کے لیے ایک سبھا اسی مقام پر قرار پائی۔ راجگان، مہاراجگان اور سری کرشن جی مہاراج اسی سبھا میں شریک ہوئے۔ سبھا کے شروع ہونے سے پہلے حسب دستور مہادیو جی کی پوجا ہوئی۔ جہاں یہ پوجا ہوئی تھی، وہیں پر یہ مندر "سدا شبھو" واقع ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ مہادیو جی

کا پتھر بھی وہی ہے جس کی اس وقت پوجا کی گئی۔ اس سبھا میں کوروں سے تحریک کی گئی کہ وہ نصف سلطنت خود رکھیں اور نصف پانڈوں کو واپس کر دیں۔ لیکن انھوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک چوتھائی سلطنت بلکہ ایک گاؤں کے دینے پر بھی راضی نہ ہوئے۔ سری کرشن جی مہاراج نے بہت کچھ نشیب و فراز سمجھایا اور بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح بھی مصالحت کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اس وقت مہاراج سری کرشن نے غصہ میں آکر کہا کہ تمھاری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے کہ تم سیدھا راستہ اختیار نہیں کرتے۔ کیا اول ہی سے تم بے وقوف و نادان ہو یا اس سرزمین کے اثر نے تمھارے گیان کو نشٹ کر دیا ہے یعنی تمھاری عقل کو زائل کر دیا ہے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور تلوار کھینچ کر فرمایا کہ اب تلوار ہی اس کا فیصلہ کرے گی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جنگ عظیم برپا ہوئی جو تاریخ میں مہا بھارت کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت سے اس بستی کا نام ''گیان نشٹ'' ہوگیا۔

اس کے بعد جب سادات نے اس بستی کے گرد اگرد مواضعات سنبھلہیڑہ۔ مجھیڑہ۔ کمہیڑہ۔ پلڑی وغیرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ تمام مواضعات یہاں سے تین تین چار چار میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ سید عمر نریا شہید جو موضع کمہیڑہ کے رہنے والے تھے کسی ضرورت سے موضع پلڑی جاتے ہوئے اس بستی سے گزرے تو یہاں کے باشندے ازراہ تعصب ان سے دست و گریباں ہوئے۔ مجبوراً سید صاحب نے واپس ہو کر اپنی جائے سکونت پر لڑائی کا انتظام کیا اور اس بستی پر حملہ آور ہوئے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ سید عمر نریا شہید اس جنگ میں کام آئے لیکن

سیدوں کا اس بستی پر قبضہ ہو گیا۔ سید عمر زیا شہید موصوف کی قبر قصبہ جانسٹھ کی آبادی میں محلہ منگل و گنج کے درمیان ہے۔ اس جنگ میں کثرت سے کشت و خون ہوا اور کثیر تعداد میں جانیں ضائع ہوئیں اس وقت سے اس بستی کا نام "جان چٹ" ہو گیا جواب کثرت استعمال سے جانسٹھ کہا جانے لگا۔ (ماخوذ از "تاریخ سادات بارہہ" مولفہ: سید مظفر علی خاں مرحوم)

4

مشہور امرائے سادات بارہہ

اس باب میں ہم سادات بارہہ کے چند مشہور و معروف منصب داران و امرا کا تفصیلی تذکرہ کریں گے۔ تمام قوم کو ان ہستیوں پر ناز کرنا چاہیے جن کے جنگی کارناموں اور بے لاگ شاہی خدمات اور بے مثل وفاداری کی تاریخ آج بھی شاہد ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم سید محمود خاں بارہہ کے حالات قلم بند کرتے ہیں۔ مشہور عالم "بادشاہ گر" برادران کا مفصل تذکرہ ہم الگ سے ایک باب میں پیش کریں گے۔ سید محمود خاں بارہہ کا حال تحریر کرنے سے پیشتر ہم قارئین کے پیش نظر "منصب" کی تشریح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس عہدے کی اہمیت ان پر واضح ہو جائے۔

"آئین اکبری" میں "منصب" کی تشریح اس طرح کی گئی ہے:-
منصب ایک ملکی اور فوجی درجہ ہے جس کو اکبر بادشاہ نے سلسلہ وار ایجاد کیا۔ اکبر اعظم سے پہلے بادشاہ صرف دو قسم یعنی سوا اور ہزار کے سردار رکھتے تھے لیکن اکبر نے اس کو قاعدے سے جاری کیا۔ منصب میں دو حصے ایک ذات اور دوسرا سوار ہوتے ہیں۔ ذات سے عہدہ دار کی ماہانہ تنخواہ اور سوار سے اس کی فوجی جمعیت ظاہر ہوتی ہے۔ اکبر کے وقت میں اور عالمگیر کے ختم عہد تک اول درجے کے سرداروں کو پانچ ہزار کا منصب دیا جاتا تھا۔ سات ہزاری، وزیر یا کسی ایک دو خاص مصاحب کو ملتا تھا۔

سید محمود خاں بارہہ

(اقتباس از ماثر الامرار انگریزی ترجمہ)

سید محمود[1] خاں بارہہ سادات میں پہلے شخص تھے جو امارت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حقیقت میں سید محمود خاں بارہہ بیرم خاں کے ملازم تھے۔ اکبر اعظم کے اول سال جلوس میں سید محمود خاں بارہہ اکبر اعظم کی طرف سے علی قلی خاں شیبانی کے ساتھ ہیمو بقال کے مقابلہ کے لیے بھیجے گئے۔ اکبر بادشاہ کے دوسرے سال جلوس میں شیر خاں سور کا غلام

---

[1] "ماثر الامرار" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

جس نے ناگور اور اجمیر پر قبضہ کر لیا تھا کی تادیب کے لیے سید محمود کو مقرر کیا گیا۔ تیسرے سال جلوس اکبری میں سید محمود بارہہ نے جتارن کے قلعہ کو راجپوتوں کے قبضہ سے حاصل کیا اور خود اس پر قابض ہو گئے۔ اکبر بادشاہ کی باقاعدہ ملازمت میں آنے کے بعد آپ کو دہلی کے نواح میں (علاقہ موضع مجھیڑہ) جاگیر عطا ہوئی۔ اٹھارویں سال جلوس اکبری میں جب بادشاہ گجرات کے دورے پر گیا تو سید محمود بارہہ دوسرے شاہی افسران کے ہمراہ پہلے ہی سے گجرات کی طرف روانہ ہوئے اور میرٹھ کے مقام پر شاہی فوجی دستہ میں شامل ہو گئے۔ اکبر اعظم کے محمد حسین کے ساتھ معرکہ میں سید محمود بارہہ شاہی فوج کے پشت پناہ تھے اور بڑی بہادری کے ساتھ لڑے تھے۔ اسی سال کے آخر میں سید محمود بارہہ۔ سید محمد امروہہ اور دوسرے سادات بارہہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر راجہ مدھوکر کے بندیلہ علاقہ کو فتح کر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً ۱۵۷۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ سید محمود بارہہ دو ہزاری منصب پر فائز تھے۔

سید محمود بارہہ سادات کونڈلی وال تھے۔ آپ کا سنگ مرمر کا مقبرہ موضع مجھیڑہ میں اب تک موجود ہے اور محکمہ آثار قدیمہ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

سید قاسم و سید ہاشم بارہہ

(اقتباس از ماثر الامراء انگریزی ترجمہ)

سید[1] قاسم وسید ہاشم بارہہ سید محمود خاں بارہہ کے بیٹے تھے۔ سید قاسم اکبر بادشاہ کے سترھویں سال جلوس میں خان عالم کے ساتھ محمد حسین مرزا جو خان اعظم کوکہ سے شکست کھا کر دکن کی طرف بھاگ گیا تھا کے مقابلے کے لیے مقرر ہوئے۔ سید ہاشم اکبر بادشاہ کے اکیسویں سال جلوس میں سلطان دیورہ جو کہ سروہی کا راجہ تھا کی بغاوت کو کچلنے کے لیے راجہ رائے سنگھ کے ساتھ مقرر ہوئے۔ سروہی کی اس مہم میں سید ہاشم کو کافی شہرت ہوئی۔ وہ بائیسویں سال جلوس اکبری میں شہباز خاں کے ساتھ رانا کی تادیب کے لیے گئے۔

پچیسویں سال جلوس اکبری میں چندر سین پسر مالدیو نے اکبر اعظم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو سید قاسم وسید ہاشم بارہہ جو کہ صوبہ اجمیر میں جاگیردار تھے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے دوسرے مغل سرداروں کے ہمراہ چندر سین کے مقابل ہوئے اور لڑائی کے دوران چندر سین وہاں سے بھاگ نکلا۔ اسی سال مظفر خاں گجراتی نے بڑی گڑبڑ مچائی تو یہ دونوں بھائی مرزا خاں وخان خاناں کے ہمراہ اس کی درستئ مزاج کو پہنچے۔ مظفر خاں کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہ دونوں بھائی ہراول دستہ میں موجود تھے۔ اس لڑائی میں سید ہاشم جاں بحق ہوئے۔ آپ یک ہزاری منصب پر فائز تھے۔

سید قاسم بھی اس جنگ میں مجروح ہوئے تھے۔ بعد میں مرزا خاں

---

[1] "ماثرالامراء" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

نے سید قاسم بارہہ اور دوسرے سرداروں کو شہر کی حفاظت کے لیے وہاں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پٹن کی حفاظت پر بھی سید قاسم تعینات ہوئے۔ آپ بار بار مظفر کے خلاف اور جام جو کچھ کا زمین دار تھا بہادری کے ساتھ لڑے۔ خان گر جو بڑے کچھ کا زمین دار تھا اس کا مقابلہ بھی آپ نے بخوبی کیا۔

سینتیسویں سال جلوس اکبری میں جب گجرات کی سربراہی پر مرزا خاں کی بجائے خان اعظم کوکہ مقرر ہوئے اور اس کی زبردست جنگ سلطان مظفر خاں سے ہوئی تو سید قاسم بارہہ ہراول میں موجود تھے۔ اس کے بعد دکن کی مہم میں سید قاسم، سلطان مراد کے ساتھ شریک ہوئے اور دکنیوں کے ساتھ اس جنگ میں آپ میسرہ پر مقرر تھے۔ آپ بڑی بہادری کے ساتھ لڑے اور بہت نام پیدا کیا۔ ۱۵۹۸-۹۹ء میں آپ نے انتقال کیا۔ سید ہاشم بارہہ ایک ہزار پانچ سو کے منصب پر فائز تھے۔

سید ہاشم بارہہ نے موضع ہاشم پور (ضلع مظفر نگر) آباد کیا اور وہیں پر آپ مدفون ہوئے۔ آپ کا شان دار مقبرہ بہتر حالت میں موضع ہاشم پور میں موجود ہے۔

سید قاسم بارہہ کا مقبرہ موضع کھیڑی قریش کے نزدیک موضع نیا گاؤں میں لب سڑک خستہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔ (مؤلف)

سید علی اصغر بارہہ مخاطب بہ سیف خاں

(اقتباس از ماثر الامرا، انگریزی ترجمہ)[1]

---

[1] "ماثر الامرا" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

آپ سید محمود خاں بارہہ کے بیٹے تھے۔ بادشاہ جہاں گیر کی نظر میں آپ کا خاص مقام اسی وقت سے تھا جب جہاں گیر شہزادہ ہی تھا۔ وہ سید علی اصغر پر کافی مہربان تھا اور آپ ہمیشہ اس کے پیش پیش رہتے تھے۔ جہاں گیر کی بادشاہت کے اول سال جلوس میں جب خسرو نے گڑبڑ شروع کی تو جہاں گیر نے شیخ فرید مرتضیٰ کو اس کی تادیب پر مامور کیا۔ سید علی اصغر شیخ فرید کی فوج میں ہراول میں موجود تھے۔ لاہور کے قریب دونوں کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ سید علی اصغر بڑی بہادری سے لڑے۔ آپ کو سترہ زخم لگے۔ فوراً ہی جہاں گیر نے ان کو دو ہزار پیدل اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو حصار کا فوجدار مقرر کر دیا گیا۔ پانچویں سال جلوس جہاں گیر میں آپ کو خلعت و علم عطا ہوا۔ آٹھویں سال جلوس میں جہاں گیر خرم کے ساتھ رانا امر سنگھ کی مہم میں سید علی اصغر شریک ہوئے۔ دسویں سال جلوس جہاں گیر میں آپ کو نقارہ عطا ہوا اور شہزادہ پرویز کے ہمراہ آپ کو دکن بھیج دیا گیا۔ ۱۶۱۶ء میں بہ سبب ہیضہ آپ کا انتقال ہوا۔

سید علی اصغر بارہہ سے متعلق بادشاہ جہاں گیر کا اعتراف جو خود اس نے "توزک جہانگیری" میں قلم بند کیا ہے ہم یہاں پر لفظ بہ لفظ تحریر کرتے ہیں:

"علی اصغر بارہہ بہادری اور خدمت بجالانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور محمود خاں بارہہ کا بیٹا ہے جو میرے والد کے دربار میں بڑے امرا میں سے تھا۔ اسے میں نے "سیف خاں" کا خطاب دے کر اس کے ہم جنسوں اور اس کے ساتھیوں میں ممتاز و نمایاں کیا۔ یہ شخص بہت بہادر اور جری ہے۔ شکار میں اور ایسی جگہوں میں جہاں میں صرف چند ایک معتمد اپنے

ہمراہ رکھتا رہا ہوں ان میں ہمیشہ اسے شامل رکھا ہے ۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی نشہ آور چیز استعمال نہیں کی اور نشہ آور چیز استعمال نہ کرنے پر جوانی کے زمانہ سے کار بند ہے ۔ انشاء اللہ اپنی اس صفت کی وجہ سے بہت بلند مرتبوں تک پہنچے گا ۔ اسے میں نے سہ ہزاری منصب بھی دیا۔"

سید علی اصغر بارہہ مخاطب بہ "سیف خاں" نے موضع سیف پور جو کہ ضلع میرٹھ میں واقع ہے آباد کیا تھا ۔ (مؤلف)

سید صلابت خاں بارہہ

(اقتباس از ماثر الامراء انگریزی ترجمہ)

آپ کا نام سید سلطان اور خطاب اختصاص خاں تھا ۔ آپ سید بایزید کے بیٹے اور سید ہاشم بارہہ کے پوتے تھے ۔ آپ کا شمار شہزادہ دارا شکوہ کے بڑے فوجی افسران میں تھا اور دارا کو آپ پر بڑا اعتماد تھا ۔ چوبیس سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ میں شہزادہ دارا شکوہ کے نائب کی حیثیت سے آپ صوبہ پنجاب میں مامور ہوئے اور صلابت خاں کا خطاب اور منصب دو ہزار پیدل و چار سو سوار پر فائز ہوئے ۔ آپ کو ایک ہاتھی بھی عطا ہوا ۔ اسی سال شہزادہ مذکور کی سفارش پر آپ کو بحیثیت نائب صوبہ دار الہ آباد بھیج دیا گیا ۔ آپ نے معقول انتظام

ل ماثر الامراء انگریزی ترجمہ

ڈاکٹر بینی پرشاد ۔ ایشیاٹک سوسائٹی ۔ کلکتہ

کر کے امن وامان قائم کیا۔

پچیسویں سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ ہیں آپ کو علم عطا ہوا۔ اس کے علاوہ نقارہ بھی آپ کو عطا ہوا۔ تیسویں سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ ہیں صلابت خاں نے انوپ سنگھ جو کہ الہ آباد کے قریب کا زمین دار تھا کو پکڑ کر دربار میں پیش کیا اور آپ کی کوششوں کے بموجب انوپ سنگھ بھی شاہی خدمات سے منسلک ہو گیا۔

کچھ عرصے بعد داراشکوہ نے صلابت خاں کو اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کے ہمراہ شجاع کے مقابلے کے لیے بھیجا اور آپ سلیمان شکوہ کے ساتھ ان مہمات میں شریک رہے۔ بعد میں سلیمان شکوہ سے مایوس ہو کر مجبوراً آپ اورنگ زیب کی سپاہ میں شامل ہو گئے۔ اورنگ زیب نے آپ کا خاطر خواہ استقبال کیا اور فوراً حسام الدین خاں کی جگہ سید صلابت خاں کو برار کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اس کے بعد کے حالات اور آپ کے انجام کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔

سید قاسم بارہہ مخاطب بہ شہامت خاں

(اقتباس از ماثر الامرار انگریزی ترجمہ)

حقیقت میں سید[1] قاسم بارہہ داراشکوہ شہزادے کی خدمت پر مامور

---

[1] "ماثر الامرار" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

تھے اور اس کی جانب سے صوبہ الہ آباد کی دیکھ بھال آپ کے سپرد تھی۔ جب دارا شکوہ نے اورنگ زیب سے شکست کھائی اور پنجاب کی طرف بھاگ گیا تو اورنگ زیب اور شہزادہ محمد شجاع کے معاہدے کی رو سے شجاع نے صوبہ بہار اور روہتاس اور چنار کے قلعوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ان حالات کے پیش نظر سید قاسم بارہہ نے بھی قلعہ الہ آباد کو محمد شجاع کے حوالہ کر دیا۔ بعد میں شجاع کی شکست کے بعد آپ اورنگ زیب کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ اور آپ کو اس کی طرف سے خلعت عطا ہوا۔

دوسرے سال جلوس عالم گیر میں سید قاسم بارہہ غزنی کے تھانہ دار مقرر ہوئے۔ کچھ عرصے بعد آپ کو کابل میں بحیثیت صوبہ دار تعینات کیا گیا۔ چھٹے سال جلوس عالم گیر میں آپ کا انتقال ہوا۔

سید قاسم بارہہ کاسو کے نام سے بھی پکارے جاتے تھے آپ نے قصبہ میران پور جو کہ قصبہ جانسٹھ سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے آباد کیا تھا۔ (مؤلف)

سید شہاب الدین بارہہ مخاطب بہ شیر خاں[1]

(اقتباس از مآثر الامراء انگریزی ترجمہ)

آپ سید غیرت خاں جو کہ جہاں گیر بادشاہ کے وقت میں تھے کے

---

[1] "مآثر الامراء" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

فرزند تھے۔ شاہ جہاں بادشاہ کے دسویں سال جلوس میں آپ آٹھ سو پیدل اور چھ سو سوار کے منصب پر فائز تھے۔ انیسویں سال جلوس شاہ جہاں میں سید شہاب شہزادہ مراد بخش کے ہمراہ بلخ اور بدخشاں کی مہم پر تعینات ہوئے۔ روانگی سے قبل آپ کو خلعت اور ایک گھوڑا بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا۔ ایرانیوں کے ساتھ لڑائی میں بھی آپ نے بہادری کا سکہ جما دیا۔ تیرھویں سال جلوس میں آپ کا منصب بڑھا کر پندرہ سو پیدل و چھ سو سوار کر دیا گیا۔

اٹھائیسویں سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ میں آپ جملت الملک سعد اللہ خاں کے ہمراہ چتوڑ پر حملہ آور ہوئے۔ تیسویں سال جلوس میں معظم خاں کے ہمراہ سید شہاب کو اورنگ زیب کی خدمت میں دکن روانہ کر دیا گیا جہاں آپ نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ اکتیسویں سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ میں آپ کا منصب بڑھا کر ڈھائی ہزار پیدل و بارہ سو سوار کر دیا گیا اور آپ کو "شیر خاں" کا خطاب عطا ہوا۔ بعد میں آپ میسنہ سور (اندور) کے قلعہ میں فوجدار مقرر ہوئے۔ سموگڈھ کی لڑائی میں آپ داراشکوہ کے ہمراہ تھے لیکن اس کی شکست کے بعد آپ اورنگ زیب کی خدمت میں آ گئے تھے۔ سلطان شجاع کے ساتھ لڑائی میں سید شہاب ذوالفقار خاں محمد بیگ کے ساتھ اورنگ زیب کی طرف سے اس کے توپ خانہ کی سرداری پر مامور تھے۔

سید شہاب بارہہ کا مقبرہ موضع کمہیڑہ جو کہ قصبہ جانسٹھ سے چار میل جانب شمال واقع ہے، بہتر حالت میں اب بھی موجود ہے۔

(مؤلف)

سید جعفر بارہہ مخاطب بہ شجاعت خاں[1]

(اقتباس از "مآثر الامرا" انگریزی ترجمہ)

آپ کا نام سید جعفر تھا۔ آپ سید جہاں گیر کے بیٹے اور سید محمود بارہہ کے پوتے تھے۔ آپ کا شمار بہت اونچے درجہ کے امرا میں تھا۔ شروع میں آپ ولی عہد سلطنت شہزادہ خرم کے ساتھ رہے لیکن بعد میں آپ خرم یعنی شاہ جہاں کو چھوڑ کر جہاں گیر بادشاہ کے حضور میں بھیجے گئے تھے۔ شہنشاہ جہاں گیر نے آپ کو یک ہزاری منصب پر فائز کیا تھا۔ سید صاحب کی اس بات سے خرم بہت ناراض تھا۔ بادشاہ ہو جانے کے بعد خرم نے آپ سے قدرے التفات نہ کیا جس کی وجہ سے آپ اپنے وطن واپس آگئے۔ لیکن شاہ جہاں نے اپنے پانچویں سال جلوس میں دوبارہ آپ کو طلب کر کے چار ہزار پیدل اور دو ہزار سوار کے منصب پر فائز کیا اور آپ کو "شجاعت خاں" کا خطاب بھی عطا کیا۔

چھٹے سال جلوس شاہ جہاں میں آپ شہزادہ محمد شجاع کے ہمراہ قلعۂ پرسنیدہ کی مہم پر مامور ہوئے۔ یہ مہم سپہ سالار اعظم مہابت خاں کے غرور اور ضد کی وجہ سے کافی طویل ہو رہی تھی اور تمام بڑے سردار مثلاً خان دوراں بہادر کافی پریشان و بدظن تھے۔ ان حالات میں سید صاحب نے

---

[1] "مآثر الامرا" انگریزی ترجمہ - جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد - ایشیاٹک سوسائٹی - کلکتہ

مہابت خاں کو کھرے کھرے جواب دیئے اور کہا کہ آپ کوئی قطعی تاریخ دیں کہ اس تاریخ تک قلعہ کو فتح کر لیا جائے گا۔ ورنہ دیگر صورت میں ہم آپ کی سرداری قبول نہ کریں گے لیکن مہابت خاں بدستور اس بات پر ڈٹے رہے کہ قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا جائے۔ سید جعفر شجاعت خاں برسات کا موسم قریب آنے کی وجہ سے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھنے کے مخالف تھے۔ بالآخر شہزادہ شجاع نے محاصرہ توڑنے اور فوجوں کی واپسی کا حکم صادر فرمایا۔ زیادہ پریشانی کے باعث مہابت خاں بھی مجبوراً اس بات پر راضی ہو گئے۔

دسویں سال جلوس شاہ جہاں بادشاہ میں سید جعفر بارہہ کو الٰہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ اس وقت الٰہ آباد میں کافی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ اس لیے سید جعفر کے چارج میں ان کے منصب سے زیادہ فوج دی گئی تاکہ وہ بخوبی انتظام درست کر سکیں۔ آپ نے صوبہ الٰہ آباد کے پیچیدہ معاملات کے سلجھانے اور بندیلوں کی سرزنش میں کافی محنت کی۔ جب آپ پرگنہ ایرجی میں قیام پذیر تھے تو زیادہ شراب خوری کے باعث علیل ہو گئے اور یہیں پر ۱۶۴۲ء میں آپ نے انتقال کیا۔

سید جعفر شجاعت خاں بارہہ بہت اونچے درجے کے مقرر تھے اور دیکھنے میں آپ بالکل شہزادے معلوم ہوتے تھے۔ شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بہت خیال کرتا تھا۔ آپ بے دھڑک اور نہایت صاف گو شخص تھے۔ آپ کی سید ابو المظفر خان جہاں سے ہمیشہ چشمک رہتی تھی۔ آپ کے بیٹے سید مظفر شاہ جہاں کے بیسویں سال جلوس میں بارہ سو پیدل اور آٹھ سو سوار کے منصب پر فائز تھے۔ آپ کو ''ہمت خاں'' کا خطاب

عطا ہوا تھا۔ آپ کے دوسرے بیٹے سید نجابت خاں یک ہزار پیدل و پانچسو سوار کے منصب پر فائز تھے۔

سید جعفر کا تعلق سادات کی شاخ کونڈلی وال سے تھا۔ آپ کا مدفن بمقام جہاں آباد عبور دریائے گنگ ضلع بجنور واقع ہے۔

سید چھجو بارہہ[1]

سید چھجو بارہہ سادات کونڈلی وال سے تھا۔ آپ سید محمود بارہہ کے برادر تھے۔ آپ بے انتہا بہادر اور بلند ہمت شخص تھے اور صرف ان ہی خصوصیات کی بنا پر بہت مشہور ہوئے۔ سید چھجو بارہہ کا انتقال ۹۶۷ھ میں ہوا۔ آپ کا مدفن موضع مجھیڑہ (ضلع مظفر نگر) میں موجود ہے۔

سید قاسم خاں بارہہ[2]

نواب سید قاسم خاں بارہہ کا شمار جہاں گیر بادشاہ کے چند بڑے امرا میں تھا۔ سید قاسم بارہہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ وہ اسلام خاں صوبہ دار بنگال کے تحت وہاں کے خزانچی بھی رہے۔ بعد میں نواب

---

[1] [2] "آئین اکبری" انگریزی ترجمہ
مؤلفہ:۔ ایچ۔ بلاخ مین۔ کلکتہ

سید قاسم خاں بارہہ نے نور جہاں بیگم کی بہن مینجہ بیگم سے شادی کرلی اور اس طرح جہاں گیر بادشاہ سے آپ کی قربت مزید بڑھ گئی تھی۔ جہاں کے آخری زمانہ میں آپ آگرہ کی صوبہ داری پر متعین تھے اور وہاں قلعہ کے تمام خزانوں کے انچارج تھے۔ آپ کا منصب پانچ ہزار پیدل پانچ سو سوار تھا۔

شاہ جہاں بادشاہ کے حکم سے آپ نے بنگال کے پرتگالیوں سے کڑا مقابلہ کیا تھا اور ان کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اس معرکے میں دس ہزار پرتگالی مارے گئے تھے اور تقریباً ایک ہزار مسلمان بھی شہید ہوئے تھے لیکن سید قاسم بارہہ نے ہگلی کا قلعہ فتح کرلیا تھا۔ یہ مہم سر کرنے کے تین دن بعد ہی آپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ آگرہ شہر کی جامع مسجد نواب سید قاسم خاں بارہہ کی یادگار ہے۔ یہ مسجد آپ ہی نے تعمیر کرائی تھی۔

نواب سید قاسم خاں بارہہ سے متعلق ایک دل چسپ واقعہ جو بہت مشہور ہے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

[1] ایک بار جہاں گیر بادشاہ نے پینے کے لیے پانی طلب کیا۔ مٹی کے کوزہ میں پانی لایا گیا۔ کوزہ بہت ہی نازک تھا۔ پانی لانے والے کے ہاتھ کو جنبش ہوئی تو کوزہ گر کر ٹوٹ گیا۔ جہاں گیر نے اپنے ہم زلف یعنی نواب سید قاسم خاں بارہہ کی طرف دیکھ کر فوراً کہا ع

کاسہ نازک بود و آب آرام نتوانست کرد

---

[1] ''بزم تیموریہ''

مرتبہ:۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ ایم۔ اے

نواب قاسم خاں بارہہ نے جواب میں فی البدیہہ مصرعہ عرض کر کے فوراً شعر مکمل کر دیا: ؎

دید حالم را چشمش ضبط اشک خود نکرد
کاسہ نازک بود و آب آرام نتوانست کرد

سید دلیر خاں بارہہ

سید دلیر خاں کا شمار بھی سادات بارہہ کے صف اول کے امرا میں ہوتا ہے۔ آپ کو شاہی خدمت میں رہ کر بڑا اونچا منصب اور ممتاز درجہ حاصل ہوا۔ تاریخ میں آپ کی ہمت و بہادری کا بڑا چرچا ہے۔ کتاب "ماثر الامرا" فارسی میں سید دلیر خاں کا حال یوں تحریر ہے:—

سید دلیر خاں عہد اورنگ زیب میں تھا۔ گجرات کے مضافات میں بڑودہ کی فوجداری میں آپ خصوصیت رکھتے ہیں۔ سترھویں سال جلوس بادشاہ شاہ جہاں کے دوران شاہ جہاں اور ولی عہد اورنگ زیب میں چشمک ہو گئی۔ شاہ جہاں نے گجرات کی صوبہ داری کے لیے خواجہ عبداللہ خاں کو متعین کیا جو شہر احمد آباد میں داخل ہو گیا۔ سیف خاں عرف صفی خاں نے ہمت کر کے شہر احمد آباد کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس طرح حق نمک ادا کیا۔

اورنگ زیب کی بادشاہت کے اول سال جلوس میں سید دلیر خاں کے منصب میں چار ہزار پانچ سو سوار کا اضافہ ہوا اور خلعت و مرصع خنجر اور علم و نقارہ و ایک خوب صورت ہاتھی بھی عطا ہوا۔ اورنگ زیب کے تیسرے

سال جلوس میں جب بادشاہ گجرات میں تھا تو پھر آپ کے منصب میں پانچ سو کا اضافہ ہوا جس سے آپ بہت خوش ہوئے اور پھر خواجہ ابوالحسن کے ساتھ مل کر سنگ منیر پر قابض ہوئے۔ چوتھے سال جلوس بادشاہ اورنگ زیب میں اعظم خاں جو کہ پرنیدہ میں تھا اس کو یہاں تعینات کر دیا اور خود اپنے قدیمی تعلقہ پر چلے گئے اور تقریباً چھ سال کے بعد ۱۰۷۶ھ ہجری میں انتقال کیا۔ سید حسن ان کے بیٹے ان کی جگہ پر آئے اور تین سال تک منصب یک ہزار ذات پانچ سو سوار پر فائز رہے۔ آپ کے دوسرے بیٹے سید خلیل پانچ سو پیدل و دو سو سوار کے منصب پر فائز تھے۔

کتاب ”وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر“ میں بحوالہ ”عالم گیر نامہ“ منشی سید محمد حسین صاحب نے سید دلیر خاں سے متعلق ایک واقعہ بہ تفصیل قلم بند کیا ہے جو قارئین کی مزید دلچسپی کے لیے ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ سید دلیر خاں کس قدر بہادر اور میدان جنگ میں کتنی بے جگری سے لڑنے والے شخص تھے:۔

”اورنگ زیب اور دارا شکوہ کی لڑائی کا حال“ ”عالم گیر نامہ“ میں اس طرح تحریر ہے کہ نواح اجمیر میں جو پہاڑیاں ہیں چوں کہ ان کی سب گھاٹیاں روک کر مورچہ بندی اچھے طور پر کر دی گئی تھی اور دارا شکوہ کا توپ خانہ بھی مناسب جگہ پر قائم کیا گیا تھا اس لیے اورنگ زیب کے امیروں کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ حملہ کریں یہاں تک کہ تین دن یونہی گزر گئے۔ آخر اورنگ زیب نے مجبور ہو کر ان کو غیرتیں دلائیں اور ڈرایا دھمکایا بھی اور انعام و اکرام کے وعدے بھی کیے مگر پھر بھی حالت بدستور رہی تھی۔ اتفاق سے راجہ راج روپ جموں والے کے کوہستانی سپاہی کوکلہ پہاڑی

کے پیچھے کی طرف ایک ایسی جگہ دیکھ آئے جہاں سے پیادہ سپاہی چڑھ کر مخالف کے مورچوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ راجہ نے اورنگ زیب کو اس حال کی اطلاع کر کے کچھ اپنے سپاہی اس پہاڑی کو روانہ کیے اور خود بھی اپنی باقی ماندہ فوج لے کر ان کی مدد و نگہبانی کے طور پر مخالف مورچوں کی طرف چلا گیا۔ چوں کہ اتفاقاً اورنگ زیب کے توپ خانہ سے توپیں چلنی بند ہو گئی تھیں۔ اس باعث سے ذرا دلیر ہو کر دارا شکوہ کی فوج میں سے کوئی ایک ہزار سوار راجہ راج روپ پر حملہ کرنے کو اپنے مورچوں سے باہر نکل آئے اس پر اورنگ زیب کے مسلمان امیروں میں سے اول دلیر خاں اور پھر شیخ میر نے اپنی اپنی فوجیں ساتھ لے کر اس زور سے حملے کیے کہ ان کے مورچوں تک جا پہنچے اور اس طرح پر ایک اچھی لڑائی ہو پڑی جس میں شیخ میر جو ہاتھی پر سوار اپنی سپاہ کو لڑا رہا تھا بندوق کی گولی سے مارا گیا مگر اس کا ایک ہم قوم سید جو پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس نے ہوشیاری سے ان کی لاش کو ایسے طور سے تھامے رکھا جس سے دشمن کو بلکہ خود اس کی سپاہ کو لڑائی کے خاتمہ تک اس کا مارا جانا معلوم نہ ہوا اور سید دلیر خاں تو جرأت کر کے دارا شکوہ کے مورچوں ہی میں جا گھسا اور اس کے نامور سردار کو خاص اپنے تیر سے ہلاک کیا اور خود بھی زخمی ہوا اور ان حملوں میں اس طرف سے شاہ نواز خاں اور کئی نامی سردار بھی مارے گئے اتنے میں راجہ راج روپ کے کوہستانی پیدلوں نے کوکلہ پہاڑی پر اپنا نشان جا گاڑا اور راجہ جے سنگھ بھی اپنی فوج لے کر ان سب سرداروں کی مدد کو جا پہنچا۔ دارا شکوہ کی سپاہ راجہ راج روپ اور دلیر خاں کی جرأت اور دلیری سے پہلے ہی بہت ہمت ہار چکی تھی اور خود دارا شکوہ کا تو یہ حال تھا کہ اس نے مایوسی کے مارے اپنی بیگمات کو اول ہی

ہاتھیوں پر سوار کرا کر ضروری مال و اسباب اور روپیہ اشرفی اونٹوں اور خچروں پر لدوا کر انا ساگر تالاب کے کنارے میدان جنگ سے کچھ فاصلے پر کھڑا کرا رکھا تھا مگر جب رات ہوئی تو ساری امیدیں قطع کر کے اس قدر سراسیمہ ہو کر بھاگا کہ اپنی بیگموں کو اپنے بھاگنے کی خبر بھی نہ کر سکا۔"

سید عبداللہ خاں معروف بہ سید میاں بارہہ

کتاب[1] "وقائع عالم گیر" (فارسی) میں آپ کا حال اس طرح تحریر ہے کہ آپ کا نام سید عبداللہ بارہہ و عرفیت سید میاں تھی۔ ابتدا میں آپ شاہزادہ محمد معظم کی سرکار میں تھے لیکن ۱۰۹۳ ہجری میں منصب یک ہزاری و متعدی پر ممتاز ہوئے اور شاہی ملازمان میں داخل ہو گئے۔ حیدر آباد دکن کی لڑائی میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور شہزادہ محمد معظم کے دیوان بابو بندرابن کو جان پر کھیل کر دشمن کے نرغہ سے بچا لائے اس لیے بھی شہزادہ محمد معظم کے مزاج میں ان کا رسوخ زیادہ تھا۔ روح اللہ خاں کے ہمراہ سید میاں بیجاپور تعینات ہوئے۔

جب راجہ رام۔ خان نصرت جنگ کے جنگل سے نکل کر صوبہ بیجاپور میں آیا تو سید میاں نے اس کو ڈھونڈھ نکالا۔ سبحان گڈھ میں سخت مقابلہ ہوا۔ مرہٹوں کے نتّو نامی سردار گرفتار ہوئے لیکن راجہ رام نکل

---

[1] "وقائع عالم گیر" فارسی
مرتبہ:۔ چودھری نبی احمد سندیلوی

بھاگا۔ افسران فوج نے جنگ پر نکتہ چینی کی اور آپ کو معتوب کر کے ناندیر کی فوج داری پر بجائے راجہ مان سنگھ کے مامور کیا گیا۔ ناندیر میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے بیٹوں میں سید حسن علی خاں اور سید حسین علی خاں "بادشاہ گر" برادراں کے نام سے بہت زیادہ مشہور ہوئے۔

سید عبداللہ خاں کا اصل وطن قصبہ جانسٹھ ضلع مظفر نگر تھا۔ آپ سادات تہن پوری تھے۔ آپ کے آٹھ بیٹے ہوئے جن میں متذکرہ بالا دو بیٹوں کو انتہائی شہرت حاصل ہوئی۔ بادشاہ گر برادران کا تفصیلی تذکرہ ہم الگ سے دوسرے باب میں کریں گے۔ آپ کی باقی اولاد کا حال اور آپ کا شجرۂ خاندان ملاحظہ ہو:— (مؤلف)

آپ کا مدفن شہر اجمیر میں ریلوے اسٹیشن کے نزدیک قائم و موجود ہے۔

شجرۂ خاندان سید عبداللہ خاں معروف بہ سید میاں

(۱)	(۲)	(۳)
سید حسن علی خاں (قطب الملک)	سید حسین علی خاں (امیر الامرار)	سید سیف الدین علی خاں
دختر	دختر	مورث سادات رنگ محل۔ موتی محل۔ شیش محل۔ جنت آباد۔ دیوان خانہ وغیرہ قصبہ جانسٹھ
سید سلطان علی خاں ابن سید تاتار خاں ساکن موضع کوال سے بیاہی گئیں	محلہ چوک قصبہ جانسٹھ میں بیاہی گئیں	

(۴)
سید نورالدین علی خاں
مورث سادات محلہ جمعہ
واقع قصبہ جانسٹھ

(۵)
سید نجم الدین علی خاں
مورث سادات محلہ گڈھی
واقع قصبہ جانسٹھ

(۶)
سید سراج الدین علی خاں
(لاولد)

(۷)
سید ناصر علی خاں
(لاولد)

(۸)
سید ظفر علی خاں
(لاولد)

سید نجم الدین علی خاں ابن سید عبداللہ خاں بارہہ

(اقتباس از مآثرالامرار انگریزی)

آپ سید عبداللہ خاں عرف سید میاں کے بیٹے تھے ۔ آپ اپنی خاندانی خصوصیت یعنی مردانگی اور بہادری کے لیے بہت مشہور ہیں ۔ بادشاہ محمد فرخ سیر کے زمانے میں جب آپ کے بڑے بھائی امیرالامرار سید حسین علی خاں اور قطب الملک سید حسن علی خاں جلیل القدر عہدوں پر فائز ہوئے ۔

لہ "مآثرالامرار" انگریزی ترجمہ ۔ جلد دوم
مؤلفہ : ڈاکٹر بینی پرشاد ۔ ایشیاٹک سوسائٹی ۔ کلکتہ

توآپ کو بھی بہت عروج حاصل ہوا۔ فرخ سیر بادشاہ کے زوال کے بعد جب قطب الملک سید حسن علی خاں بادشاہ رفیع الدولہ کے ہمراہ راجہ جے سنگھ کی سرکوبی کے لیے دارالخلافہ دہلی سے روانہ ہوئے تو وہاں کا تمام انتظام اور چارج سید نجم الدین علی خاں کے حوالے کیا۔

محمد شاہ بادشاہ کے دوسرے سال جلوس کے دوران جب آپ کے بڑے بھائی امیر الامراء سید حسین علی خاں خنجر دغا سے قتل کر دیے گئے اور قطب الملک سید حسن علی خاں واپس دہلی آرہے تھے تو امیر الامراء کے قتل کی خبر سن کر بہت غمگین و مایوس ہوئے اور آپ نے فوراً چند تیزرو سپاہیوں کو دہلی بھیج کر سید نجم الدین علی خاں کو ہدایت بھیجی کہ وہ ان کے (قطب الملک) پہنچنے تک حالات کو قابو میں رکھیں اور اپنا قبضہ بدستور قائم رکھیں۔ اسی دوران سید نجم الدین علی خاں نے نئی فوج کی بھرتی شروع کر دی اور گھٹیا سے گھٹیا قسم کے گھوڑے اور ٹٹو بھی شامل سپاہ کر لیے گئے۔ جنگ کے دن آپ ہراول میں موجود تھے اور آپ نے بڑی گھمسان کی جنگ کی اور بے جگری سے لڑنے کے بعد شدید زخمی ہوئے۔ آپ کی ایک آنکھ بھی اس لڑائی میں ضائع ہوگئی۔ بعد میں آپ گرفتار کر لیے گئے اور قید خانہ میں ڈال دیے گئے۔ جب آپ کو قید کیا گیا اس وقت آپ کی ایک دختر جس کی عمر بمشکل نو سال تھی کو آپ کا خاندانی بھاٹ حفاظت کی غرض سے اپنے گھر لے گیا تھا لیکن بعد میں بادشاہ کو معلوم ہو جانے اس نے آپ کی دختر کو اپنے محل میں طلب کر لیا۔ شاہی حرم کی چند مستورات نے چاہا کہ بادشاہ محمد شاہ کے ساتھ اس دختر کا عقد کر دیا جائے۔ قطب الملک سید حسن علی خاں کے جب یہ بات گوش گزار

ہوئی تو آپ نے بادشاہ سے اس بات کا سخت احتجاج کیا اور کہا کہ بارہہ سادات میں ایسا کبھی نہیں ہوا ہے اس لیے آپ ایسا قدم اٹھانے سے باز رہیں۔ قطب الملک کے سخت احتجاج پر مجبور ہوکر بادشاہ خاموش ہو گیا اور عقد کے ارادے کو ترک کر کے سید نجم الدین علی خاں کی دختر کو واپس ان کے گھر بھیج دیا۔

ساتویں سال جلوس محمد شاہ بادشاہ میں مبارز الملک سربلند خاں کی پرزور کوشش سے سید نجم الدین علی خاں کو معافی دے دی گئی اور اجمیر کی صوبہ داری آپ کے سپرد کر دی گئی۔ سربلند خاں صوبہ گجرات مرہٹوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جب احمد آباد پہنچا تو مرہٹوں نے شہر کے دروازے کو بند کر دیا اور سربلند خاں کو گھیر لیا۔ یہ خبر جب بادشاہ محمد شاہ کو پہنچی تو اس نے سید نجم الدین علی خاں کو حکم دیا کہ وہ فوراً اجمیر سے گجرات سربلند خاں کی مدد کو روانہ ہو جائیں۔ سید نجم الدین علی خاں نے بڑی بہادری کے ساتھ مرہٹوں کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست فاش دی۔ بعد میں آپ واپس اجمیر آگئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو گوالیار کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ وہاں پر آپ شاہی خدمات سرانجام دیتے رہے اور گوالیار ہی میں آپ انتقال ۱۱۳۹ھ میں ہوا۔

جنگ میں ایک آنکھ ضائع ہو جانے پر آپ نے ایک مصنوعی آنکھ لگالی تھی جو ہو بہو اصلی معلوم ہوتی تھی۔

آپ نے اپنے وطن قصبہ جانسٹھ سے تقریباً ایک میل دور جانب جنوب مشرق ایک گڈھی اپنی سکونت کے لیے بنوائی تھی جو اس وقت مثل ایک چھوٹے موضع کے ہے۔ آپ کی اولاد آج بھی گڈھی مذکور میں آباد ہے۔

سید نورالدین علی خاں ابن سید عبداللہ خاں بارہہ

جنگ جاجو

آپ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں زمرۂ ملازمان شاہی میں داخل ہوئے اور تمغۂ ناموری حاصل کیا۔ آپ کی حیات نے وفا نہ کی ورنہ آپ شہرت اور ناموری میں اپنے دیگر بھائیوں میں پیچھے نہ رہتے۔ جس وقت محمد معظم اور اس کے بھائی اعظم شاہ میں تخت نشینی پر جھگڑا ہوا اور نتیجہ میں جنگ واقع ہوئی جس کو "جنگ جاجو" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لڑائی میں سید نورالدین علی خاں اپنے دیگر برادران کے ساتھ فوج معظم شاہ میں تھے۔

۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ ہجری کو میدان جاجو میں جو آگرہ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ اس گرمیٔ کارزار میں محمد اعظم کے نامور سردار خان عالم اور منور خاں دکنی جو اکثر معرکوں میں علم شہرت بلند کر چکے تھے شہزادہ عظیم الشان کے مقابل ہو کر حملہ آور ہوئے۔ اُدھر سے شہزادہ رفیع القدر و شہزادہ معزالدین جہاندار شاہ مع سید نورالدین علی خاں بارہہ و برادران سید حسن علی خاں بارہہ و سید حسین علی خاں اور دیگر سادات بارہہ اپنے بھائی شہزادہ عظیم الشان کی مدد کو پہنچے۔ عین ہنگامۂ جنگ میں غیاث اللہ خاں جو معظم شاہ کی فوج کے ایک دستہ کا سردار تھا لشکر مخالف کا غلبہ دیکھ کر جوش میں آیا اور اپنے ہاتھی سے کود کر جنگ کرنے لگا۔ سید نورالدین علی خاں بارہہ نے اپنے دیگر

بھائیوں اور سادات کو للکارا۔ یہ سنتے ہی سید حسن علی خاں و سید حسین علی خاں و سید سیف الدین علی خاں و سید نجم الدین علی خاں و بذات خود اپنے اپنے ہاتھیوں سے نیچے کود پڑے اور نہایت دلاوری سے سرداران محمد اعظم شاہ پر جا پڑے۔ زبردست لڑائی واقع ہوئی اور سید نور الدین علی خاں کو زخم کاری لگا جس کے سبب آپ ہلاک ہو گئے۔ آپ کے علاوہ سید حفیظ اللہ و سید رستم علی خاں جو کہ بادشاہ گر برادران کے خالہ زاد و خواہر زاد بھی تھے، حق جاں نثاری ادا کر کے اس معرکہ میں کام آئے۔ بہر حال آخر معرکہ میں سادات کی قربانی رنگ لائی اور معظم شاہ کو فتح حاصل ہوئی۔

سید نور الدین علی خاں کے دو پسر ہوئے :-

(۱) سید عالم علی خاں (۲) سید نجابت علی خاں

سید نور الدین علی خاں کی اولاد آج بھی قصبہ جانسٹھ کے محلہ جمعہ میں آباد ہے۔ آپ کی یادگار ایک بلند دروازہ بھی جو آپ نے تعمیر کرایا تھا محلہ مذکور میں قائم و موجود ہے۔ (مؤلف)

سید سراج الدین علی خاں ابن سید عبداللہ خاں بارہہ

آپ بھی عہد اورنگ زیب عالم گیر میں زمرۂ ملازمان شاہی میں داخل ہوئے اور تمغۂ ناموری حاصل کیا۔ ۱۱۲۳ھ ہجری میں محمد معظم شاہ ابن عالم گیر چند روز بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا اور تخت نشینی پر اس کے بیٹوں میں جھگڑا ہوا۔ آخر کار محمد معز الدین جہاں دار شاہ غالب آ کر مستقل بادشاہ ہو گیا یہ ابھی لاہور ہی میں تھا اور تخت نشینی کو دو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ

یہ خبر مشہور ہوئی کہ شہزادہ فرخ سیر بہ امداد سادات بارہہ اس طرف کا قصد رکھتا ہے۔ یہ خبر گوش گزار ہوتے ہی جہاں دار شاہ لاہور سے دہلی آیا اور فوراً سید حسن علی خاں بارہہ کو صوبہ داری الہ آباد سے معزول کر کے ان کی جگہ راجی محمد خاں آوردہ خان خاناں کو صوبہ داری الہ آباد پر نافذ کر کے سید عبد الغفار گردیزی نبیرہ صدر جہاں کو نائب صوبہ داری پر مقرر کر کے رخصت کیا۔ سید عبد الغفار بہ جمعیت سات آٹھ ہزار روانہ الہ آباد ہوا۔ اُدھر سید حسن علی خاں بارہہ نے اس موقع پر مطلع ہو کر سید ابو الحسن خاں بیجاپوری اپنے بخشی کو تین چار ہزار پیدل ہمراہ کر کے عبد الغفار کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ بخشی مذکور نے سرائے عالم چند علاقہ کڑہ مانک پور کے متصل لشکر مخالف سے دو تین میل کے فاصلے پر قیام کیا۔ چار پانچ دن نامہ و پیام میں گزرے بعدہ سید عبد الغفار نے فوج کثیر اور توپ خانہ کی کثرت پر بھروسہ کر کے آگے بڑھنا شروع کیا۔ اسی دوران سید سیف الدین علی خاں و سید نجم الدین علی خاں و سید سراج الدین علی خاں اپنے بھائی سید حسن علی خاں کی مدد کو مع دیوان رتن چند بہمراہی دو تین سو سوار آن پہنچے۔ چند دن گزرنے کے بعد سید عبد الغفار گردیزی نے سادات پر حملہ کرنے کی ٹھانی اور اس کے توپ خانہ نے آگ اگلنی شروع کر دی اس کے ساتھ ہی فوج نے دھاوا بول دیا۔ فوج سادات نئی بھرتی ہونے کی وجہ سے اور تعداد میں بھی کم ہونے کی وجہ سے حواس باختہ ہو گئی۔ باوجود فطری شجاعت کے زیادہ تر سادات مقتول ہوئے۔ صرف سید حسن علی مع اپنے تینوں برادران اور ابو الحسن خاں بخشی و دیوان رتن چند چند سواروں کے ساتھ میدان میں دشمن کے مقابلے پر جمے رہے۔ عبد الغفار گردیزی نے

دوبارہ طاقت سے بھرپور حملہ کیا اور چاروں طرف سے گھیر کر سادات کو مصیبت میں پھنسا دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ سید سراج الدین علی خاں چند دوسرے نامور سادات کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے۔ سید سراج الدین علی خاں کے مارے جانے کے بعد باقی سادات کے جوش کو اور ترقی ہو گئی۔ سینہ سپر ہو کر دشمن پر بڑھ بڑھ کر وار کرنے لگے نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالغفار گردیزی کو شکستہ دل ہو کر جان بچانے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ میدان سے بھاگنا پڑا اور سادات نے فتح کے شادیانے بجوا دیے۔

سید سراج الدین علی خاں کی لاش اپنے وطن قصبہ جانسٹھ بھیجی گئی اور آپ کے موروثی باغ (پکا باغ) میں دفن کی گئی۔ آپ کا حزیرہ تھا جو اب منہدم ہو گیا ہے۔ صرف معمولی نشانات باقی ہیں۔ (مؤلف)

سید عالم علی خاں اور سید تہور علی خاں کی جنگ

سید عالم علی خاں سید نورالدین علی خاں کے پسر کلاں اور امیرالامرا سید حسین علی خاں و قطب الملک سید حسن علی خاں کے بھتیجے تھے۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور بہادر جوان تھے۔ ۱۱۳۱ھ ہجری مطابق ۱۷۱۹ء میں آپ دکن کے حاکم مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر بمشکل پندرہ یا سترہ سال ہو گی۔ آپ کے ہمراہ میر بخشی گیری کے عہدہ پر سید تہور علی خاں جو سید دلاور علی خاں کے نام سے بھی مشہور تھے تعینات ہوئے۔

جب شہنشاہ فرخ سیر سید برادران یعنی قطب الملک سید حسن علی خاں اور امیرالامرا سید حسین علی خاں کے ساتھ بدعہدی اور ان کو قتل کرنے

کی سازش کے باعث معزول ہوکر داخل قید خانہ ہوا تو اس کے بعد سلطنت کے نظام میں کچھ تبدیلیاں ناگزیر ہوگئیں۔ چنانچہ نظام الملک کو سید بھائیوں کے حکم سے مالوہ کا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ نظام الملک ایک ہوشیار اور مدبر امیر تھا۔ وہ پہلے ہی سے سید بھائیوں سے کینہ و حسد رکھتا تھا۔ اور اکثر مہمات مثلاً شہزادہ نیکو سیر کی ناکام بغاوت اور آگرہ قلعہ پر لڑائی کے دوران سادات سے اس کا کھلا ہوا اختلاف رہا لیکن نظام الملک نے وقت و حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی بھی سادات سے سیدھی لڑائی مول لینے کی جرأت نہ کی۔ مالوہ پہنچنے پر نظام الملک کو سادات کے خلاف اپنی بھڑاس نکالنے کا پورا موقع حاصل ہوگیا۔ یہاں پہنچنے کے کچھ دن بعد ہی علم بغاوت بلند کر دیا اور ایک ہی دلیرانہ حملے میں دریائے نربدا کو پار کر دکن کے ساتھ ساتھ قلعہ اسیر گڈھ اور برہان پور تک قابض ہوگیا۔ اس حملے میں نظام الملک کو سادات کی طرف سے زیادہ مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس موقع پر جتنے بھی سادات وہاں پر تھے ان کو شمالی ہندوستان سے برمحل امداد نہ مل سکی اس لیے انھوں نے بھی بحالت مجبوری نظام الملک کی اطاعت قبول کر لی۔

سید بھائیوں کو جب آگرہ میں نظام الملک کی کامیاب بغاوت کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوراً سید تہور علی خاں (دلاور علی) جو کہ سید عالم علی خاں کی غیر موجودگی میں دکن کے حاکم کے فرائض انجام دے رہے تھے کو سختی کے ساتھ ہدایت بھیجی کہ وہ نظام الملک کے استقبال کے لیے کمربستہ ہو جائے اور کوشش کر کے اس کو گرفتار کرنے کے بعد اس کو ہلاک کر دے۔ چنانچہ سید تہور علی خاں میر بخشی نے فوراً ایک خط

نظام الملک کو ارسال کر دیا اور اس کو متنبہ کر دیا کہ شاہی حاکموں سے بچ کر جنگل جنگل بھٹکنا اور بغاوت وشورش پھیلانا نظام الملک جیسے بڑے امیر کے لیے زیبا نہیں ہے۔ اس لیے وہ فوراً حاضر ہو کر سید صاحب کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں پیش ہو جائے۔ اس کی خطا معاف کرانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ یہ خط پاتے ہی نظام الملک نے اپنے لیے خطرہ کی بو پوری طرح محسوس کر لی۔ چنانچہ اس نے نتیجہ کی پروا کیے بغیر نہایت عجلت میں اپنی فوج مرتب کر کے سید تہور علی خاں پر حملہ کر دیا۔ سید صاحب کو نظام الملک کی جانب سے لڑائی کی اتنی جلدی امید نہ تھی اور آپ اس کے لیے پوری طرح تیار نہ تھے۔ جب آپ نے نظام الملک کی فوج کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو بہادری کے جوش اور جذبات میں بھر کر بغیر اپنی فوج مرتب کیے خود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر نظام الملک سے مقابلہ کے لیے نکل پڑے۔ چنانچہ ایک معمولی جھڑپ کے بعد بندوق کی گولی لگنے سے آپ مارے گئے اور آپ کے ساتھ جو دوسرے سرکردہ لوگ تھے ان کا انجام بھی برا ہوا۔

ادھر سید عالم علی خاں جب اورنگ آباد سے کوچ کر کے تالاب پرنالہ جو کہ برہان پور سے سولہ[16] کوس کے فاصلے پر ہے، پہنچ کر خیمہ زن ہوئے تو آپ نے میر بخشی سید تہور علی خاں کے مارے جانے کی خبر سنی۔ یہ خبر سن کر آپ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور نظام الملک سے مقابلہ کے لیے تازہ دم فوج جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے تھوڑے عرصہ میں ہی کافی مضبوط فوج مرتب کر لی جس میں اکثر بہادر مثل جواہر خاں، محمدی بیگ، منے خاں مع اپنے بھائی ولطف اللہ وسید ولی محمد یارہہ

شامل تھے۔ ان کے علاوہ غالب خاں دکنی، مرزا علی بہادر، محمد اشرف خاں، طیب خاں و خواجہ رحمت خاں داروغہ توپ خانہ و شمشیر خاں جیسے جاں نثاران امیر الامرا بھی شامل تھے۔ تمام تیاری مکمل ہو جانے کے بعد آپ نے چاہا کہ نظام الملک پر حملہ آور ہوں لیکن اسی درمیان آپ کو اپنے چچا قطب الملک سید حسن علی خاں کا ایک پیغام آگرہ سے موصول ہوا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ (عالم علی خاں) کیوں کہ اس مہم کے لیے کم سن اور ناتجربہ کار ہیں اس لیے جنگ سے باز رہیں اور صلح کی کوشش کریں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اپنا تمام خزانہ و آلات حرب جمع کر کے شمالی ہندوستان آجائیں اور اپنے سن رسیدہ چچاؤں کے ساتھ مل کر نظام الملک کا مقابلہ کریں۔ پیغام میں آگے کہا گیا تھا کہ اگر پیارے بھتیجہ کو یہ بات بھی ناگوار ہو تو وہ فی الحال نظام الملک سے بچ کر اورنگ آباد کی طرف پلٹ جائے اور وہاں پر اپنے چچاؤں کا انتظار کرے جب وہ پیش قدمی کریں تو ان کے ہمراہ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ سید عالم علی خاں کیوں کہ نوجوان تھے اس لیے جوانی کے جوش نے ان کو اندھا کر دیا۔ انھوں نے اپنے چچا قطب الملک کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور خود ہی جنگ کے لیے تیار ہو گئے نظام الملک کیوں کہ بہت ہوشیار تھا اس لیے وہ برسات کا موسم ہونے کے باعث لڑائی کو ٹالتا رہا اور چند مہینے اسی طرح گزار دیئے۔

جب برسات کا آخر ہوا تو دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نظام الملک سن رسیدہ اور تجربہ کار آدمی تھا اور دکن کا تمام علاقہ اس کا چھانا ہوا تھا اس لیے وہ جان بوجھ کر اپنے کو روزانہ آٹھ دس میل پسپا کرتا رہا اور سید عالم خاں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا رہا

نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن ایسا مقام آیا جہاں اس کی فوج کے سامنے گہری دلدلیں تھیں جن کی اوپری سطح بالکل خشک تھی۔ دلدل کے سامنے چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ نظام الملک کی فوج تیزی سے دلدل کو ایک جانب چھوڑ کر سامنے کی پہاڑی پر چڑھ گئی اور پڑاؤ ڈال دیا اور بہت سرعت کے ساتھ وہاں پر توپیں وغیرہ نصب کر کے اپنے کو پوری طرح مضبوط کر لیا۔ سید عالم کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی تھی کہ بس اب دشمن کو شکست فاش ہوا ہی چاہتی ہے۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ دلدل کی نچلی سطح میں پانی موجود ہے۔ سید عالم نے تقریباً دو ہزار بہترین سواروں کے ساتھ بڑے جوش و خروش سے نظام الملک پر حملہ کر دیا۔ سید عالم کی فوج کا دلدل میں گھسنا تھا کہ ان کے گھوڑے کمر اور گردن تک پانی میں ڈوب گئے اور زیادہ تر سوار موقع پر ہلاک ہو گئے۔ سید عالم علی خاں کا گھوڑا جو بہت اصلی و نسلی جانور تھا بڑی مشکل سے سید عالم کو نکال کر کنارے تک لے گیا۔ ادھر نظام الملک کے سپاہی دوسرے کنارے پر پہنچ کر بڑی مستعدی سے سید کے انتظار میں تھے۔ جیسے ہی سید عالم علی خاں کنارے پر پہنچ کر پہاڑی کی جانب پیش رفت کی فوراً نظام الملک کے پیدل سپاہیوں نے سید کا جسم بندوق کی گولیوں سے چھلنی کر دیا اور آپ گھوڑے سے زمین پر آرہے۔

سید عالم علی خاں کی شہادت کا واقعہ ان کی بے پناہ شجاعت اور نڈرپن کی زندہ مثال ہے۔ حالاں کہ نظام الملک سے جنگ مول لینے کا ان کا یہ قدم جلد بازی میں اٹھا گیا تھا اور قطعی نامناسب بھی تھا لیکن پھر بھی بہادری اور جاں نثاری کا جو نقش تاریخ میں انھوں نے چھوڑا

وہ ہمیشہ ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

بعد میں نظام الملک فتح جنگ نے سید عالم علی خاں کا تابوت امیرالامرا، سید حسین علی خاں کے پاس بھیج دیا تھا۔ امیرالامرا نے آپ کے تابوت کو آپ کے وطن قصبہ جانسٹھ روانہ کر دیا جہاں مقبرہ سید سیف الدین علی خاں کے چبوترے پر اس کو دفن کر دیا گیا۔

سید تہور علی خاں (دلاور علی) کا مدفن قصبہ میران پور (ضلع مظفر نگر) میں موجود ہے۔

5

قطب الملک سید حسن علی خاں مخاطب بہ عبداللہ خاں[1]

یار وفادار ظفر جنگ وزیر اعظم محمد فرخ سیر بادشاہ

و

امیرالامرا، سید حسین علی خاں۔ فیروز جنگ

سپہ سالار اعظم محمد فرخ سیر بادشاہ (بادشاہ گر برادران)

آپ کا نام حسن علی تھا۔ آپ سید عبداللہ خاں عرف سید میاں رئیس اعظم

---

[1] "ماثر الامرا" انگریزی ترجمہ۔ جلد دوم
ڈاکٹر بینی پرشاد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

قصبہ جانسٹھ کے بیٹے تھے۔ آپ محمد فرخ سیر بادشاہ کے وزیراعظم تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید حسین علی خاں امیرالامرا تھے۔ قطب الملک سید حسن علی خاں کو ''خان'' کا خطاب اورنگ زیب عالم گیر کے دور میں عطا ہوا تھا۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں آپ نا ندیر اور سلطان پور جو بگلانہ میں ہے کے فوج دار بھی رہے۔ اس کے بعد آپ اورنگ آباد میں بحیثیت ایک ذمہ دار افسر فوج تعینات رہے۔ جب اورنگ زیب نے محمد معزالدین خلف محمد معظم شاہ عالم کو ملتان کا گورنر مقرر کیا تو حسن علی خاں کو اس کے ہمراہ ملتان بھیجا گیا لیکن سید صاحب کا معزالدین کے ساتھ نباہ بہت مشکل ہو گیا اور آپ مایوس ہو کر لاہور واپس چلے آئے۔ محمد معظم شاہ عالم کے زمانہ میں آپ کا منصب تین ہزار ہو گیا اور آپ کو نقارہ بھی عنایت کیا گیا اور آپ کو نئی فوج کا بخشی مقرر کیا گیا۔

محمد اعظم شاہ کے ساتھ لڑائی میں آپ معزالدین کی فوج کے ہراول میں موجود تھے۔ جو شاہ عالم کی فوج کا ہی ایک حصہ تھی۔ گھمسان کی جنگ کے دوران سید حسن علی خاں اور سید حسین علی خاں اور آپ کے تیسرے بھائی سید نورالدین علی خاں ہاتھی سے کود کر دست بدست لڑے اور بہادری کے پورے جوہر دکھائے۔ سید نورالدین علی خاں اس لڑائی میں مارے گئے اور سید حسن علی خاں و سید حسین علی خاں کو زخم ہائے کاری لگے لیکن آپ اس لڑائی میں فتح یاب ہوئے۔ اس جنگ کے بعد سید حسن علی خاں کا منصب بڑھا کر چار ہزار کر دیا گیا اور آپ اجمیر کی صوبہ داری پر تعینات ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی ترقی کر کے الہ آباد کی صوبہ داری عطا کر دی گئی۔

کچھ عرصے بعد سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے پر محمد معز الدین جہاندار شاہ نے سید حسن علی خاں کو الہ آباد کی صوبہ داری سے معزول کر دیا۔ جہاں دار شاہ سے سید حسن علی خاں کی اس کے عالم شہزادگی سے ہی نہ بنتی تھی جس کا سبب جہاں دار شاہ کی بے جا ہوس پرستی، ذہنی پستی اور امور سلطنت میں اس کے بے ہودہ اقدامات تھے۔ یہاں پر مناسب ہوگا کہ جہاں دار شاہ کے بارے میں کچھ تفصیل سے لکھ دیا جائے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو جائے کہ یہ بادشاہ کس قماش کا واقع ہوا تھا اور دربار کے دوسرے بڑے بڑے امرار و سید حسن علی خاں سے اس کی کیوں نہ بنتی تھی نیز یہ تمام امرار اس سے بدظن کیوں تھے۔ اس سلسلے میں کتاب "بزم تیموریہ" میں جہاں دار شاہ کے متعلق درج اقتباس ملاحظہ ہو:۔

لہ "گو اس کی حکومت مدت صرف دس مہینے رہی لیکن اس کی بوالہوسی اور ہوسناکی نے شاہی دربار کی عزت و ناموس کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ آئندہ تمام سلاطین کی حکومت تذلیل و تضحیک کی داستان بن کر رہ گئی۔ اس خانہ بربادی اور طوائف الملوکی میں علم و فضل کی مسند دربار میں بھینی تو کیوں کر۔ حکومت محض شام غریباں بن کر رہ گئی تھی"۔

چودھری نبی احمد سندیلوی بھی اپنی کتاب "وقائع عالم گیر" میں جہاں دار شاہ کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:۔

٢ہ جہاں دار شاہ کے زمانہ میں فسق و فجور کی بنیاد پڑی۔ بھانڈوں

لہ "بزم تیموریہ"، صفحہ ٣٠٠
مرتبہ:۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن

٢ہ "وقائع عالم گیر"، فارسی
مرتبہ:۔ چودھری نبی احمد سندیلوی

اور قوالوں کا دور دورہ ہوا۔ شہزادہ فرخ سیر عظیم الشان نے جو صوبہ بہار کا صوبہ دار تھا حملہ کر دیا۔ سموگڈھ کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جہاندار شاہ کو شکست ہوئی اور قتل کیا گیا۔ سلطنت مغلیہ میں جہاندار شاہ سے پہلے کوئی بادشاہ فاسق و کینہ پرور نہ تھا۔ جہاندار شاہ بڑھاپے میں لال کنور کسبی پر فریفتہ ہو کر ہر قسم کے افعال قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ لال کنور کسبی کے بھائی خوش حال کو پنج ہزاری منصب اور صوبہ داری اکبر آباد ملی۔ جب خوشحال منصب داری سے سرفراز ہونے کے بعد خوشحال خاں ہو گئے تو ذوالفقار خاں جو بڑے پایہ کا امیر تھا نے جرائت سے کام لے کر دربار میں عرض کیا کہ اب خانہ زادوں کو طنبوری مرحمت ہونا چاہیے۔ جب خوشحال صوبہ داری کریں گے تو پرانے امیر اور خانہ زاد طنبوری نہ بجائیں گے تو اور کیا کریں گے"

غرض اس طرح کے حالات معزالدین جہاندار شاہ کی حکومت میں تھے اور بادشاہ کی بدکرداری اور نااہلی کے سبب اس سے ہمیشہ غلط اور نامناسب اقدامات سرزد ہوتے تھے جن کے باعث امراء میں کجروی و ناراضگی پیدا ہوتی تھی۔ سید حسن علی خاں بھی بادشاہ سے اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے ہی ناراض رہتے تھے۔

بہرحال سید حسن علی خاں کو صوبہ داری الہ آباد سے معزول کرنے کے بعد جہاندار شاہ نے آپ کی جگہ پر راجی محمد خاں کو تعینات کیا۔ اس کے ساتھ ہی سید عبدالغفار گردیزی کو جو صدر و صدر بیہاقی کے بیٹے تھے راجی خاں کے نائب کی حیثیت سے الہ آباد بھیجا۔ سید حسن علی خاں کے لیے یہ بات ناقابل برداشت تھی اس لیے آپ نے عبدالغفار گردیزی سے مقابلہ

کی ٹھان لی۔ الٰہ آباد کے قریب ہی دونوں کا مقابلہ ہوا اور سید عبدالغفار گردیزی شکست کھا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ جہاں دار شاہ اکثر و بیشتر عیش و نشاط میں غرق رہتا تھا اور سلطنت کے معاملات میں چنداں دل چسپی نہ رکھتا تھا۔ چنان چہ عبدالغفار کی شکست کے بعد جہاندار شاہ نے دوبارہ سید حسن علی خاں کو الٰہ آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور آپ کے منصب میں بھی قدرے اضافہ کر دیا۔ آپ کے برادر خورد سید حسین علی خاں جو کہ عظیم آباد (پٹنہ) کے صوبہ دار تھے نے وہاں پر شہزادہ فرخ سیر کی بہت زیادہ خوشامد سے مجبور ہو کر اس کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور اپنے بھائی سید حسن علی خاں کو بھی اس معاہدے کی رو سے فرخ سیر کا ساتھ دینے کی دعوت دی۔

برادر خورد یعنی سید حسین علی خاں بے انتہا بہادر، صاف گو اور کسی قدر ضدّی واقع ہوئے تھے۔ آپ کی شعر فہمی اور تاریخ دانی مشہور تھی ان کے یہاں معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد ارباب کمال ان کے پاس جمع ہو کر علمی گفتگو کرتے تھے۔ اس وقت کسی کو کسی دوسرے کام کے لیے ان کے پاس آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ امیر الامرا سید حسین علی خاں علامہ سید عبدالجلیل واسطی بلگرامی کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ علامہ موصوف فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت اور بھاشا کے فاضل اجل تھے اور اپنے ذاتی تقدس، اوصاف عالیہ اور علمی کمالات کے لحاظ سے اب تک

لے "بزم تیموریہ"
مرتبہ:— سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔ ایم۔ اے

عزت و وقعت سے یاد کیے جاتے ہیں۔ امیر الامراء سید حسین علی خاں کے ساتھ ان کے تعلقات کا حال صاحب "ماثر الکرام" کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :۔

"امیر الامراء سید حسین علی خاں کہ باایشاں الفتے خاص داشت واکثر در مجلس خود برملا می گفت کہ میر عبدالجلیل دریں عصر نظیر ندارد و لوازم احتراق فوق الحد تقدیم می رساند"

ترجمہ :۔ امیر الامراء سید حسین علی خاں علامہ میر عبدالجلیل سے بہت محبت کرتے تھے اور اکثر اپنی مخصوص نشست میں برملا کہتے تھے کہ علامہ موصوف اس زمانے میں اپنی نظیر و ثانی نہیں رکھتے ۔ امیر الامراء ان کے کمالات و خوبیوں کا ہمیشہ اعتراف کرتے تھے ۔ علامہ میر عبدالجلیل بھی امیر الامراء سے بہت متاثر تھے اور ہمیشہ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے ۔ علامہ موصوف نے دونوں بھائیوں کی مدح میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں :۔

ارسطو فطرتے کاصف نشاں است
یمین الدولہ عبد اللہ خاں است

بدیواں چوں نشیند نو بہار است
بمیداں چوں در آید ذوالفقار است

بہر حال سید حسن علی خاں نے محمد فرخ سیر کا ساتھ دینے کی اپنے بھائی کی دعوت کچھ توقف کے بعد قبول کرلی ۔ اس طرح یہ دونوں بھائی اب محمد فرخ سیر کے ساتھ ہو گئے اور سید حسن علی خاں نے اس کو الہ آباد کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے کہا ۔ فرخ سیر نے بادشاہت

حاصل کرنے کا یہ موقع غنیمت جانا اور دونوں سید بھائیوں کی مدد کے بل بوتہ پر الہ آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ سید حسین علی خاں فرخ سیر کی فوج کے ہراول میں موجود تھے۔

جہاں دار شاہ نے اپنے بڑے بیٹے عیز الدین کو خواجہ حسین خان دوراں کے ہمراہ دہلی سے فرخ سیر کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ عیز الدین نے کھجوہ پہنچ کر اپنا پڑاو ڈال دیا جو کہ الہ آباد کے قریب میں ہی واقع ہے۔ اور دشمن یعنی محمد فرخ سیر کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی فرخ سیر کی فوج کھجوہ کے نزدیک پہنچی عیز الدین گھبرا کر بغیر کسی مقابلے کے رات کے وقت ہی وہاں سے بھاگ نکلا۔ حالاں کہ اس وقت فرخ سیر کی فوج میں کافی بے ترتیبی تھی اور جنگی سامان بھی ضرورت کے مطابق نہ تھا لیکن پھر بھی فرخ سیر کی فوج نے عیز الدین کے اجڑے فوجی کیمپ پر اپنا پورا تسلط قائم کر کے تمام فوجی سامان اپنے قبضہ میں کر لیا اور اکبر آباد (آگرہ) کی طرف روانہ ہوگیا۔ فرخ سیر کی آگرہ کی طرف پیش قدمی کی خبر سن کر جہاندار شاہ اس کا مقابلہ کرنے کی غرض سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ فرخ سیر اور سید حسن علی خاں نے دریائے جمنا کو پار کیا۔ اس وقت پریشانیوں کے باعث بہت کم فوجی فرخ سیر کے ساتھ رہ گئے تھے لیکن پھر بھی سید حسن علی خاں نے فرخ سیر کے ساتھ کیے اپنے وعدے کو نبھانے کے واسطے ثابت قدمی کو نہ چھوڑا اور اس کی ہمت بدستور بندھانے کی کوشش کی۔

۱۱ر جنوری ۱۷۱۲ء کو محمد فرخ سیر اور معیز الدین جہاندار شاہ میں شدید جھڑپ ہوئی، جس کے نتیجے میں فرخ سیر جہاندار شاہ پر غالب آکر فتح یاب ہوا اور جہاندار شاہ بھیس بدل کر دہلی کی طرف بھاگ

نکلا۔ اس لڑائی میں دونوں سید بھائی بڑی بے جگری سے لڑے اور اپنی جان پر کھیل کر فرخ سیر کو ظفریاب کیا۔ برادر خورد سید حسین علی خاں کو اس لڑائی میں بہت زیادہ زخم لگے اور آپ لڑائی کے میدان میں گر گئے تھے۔ بعد میں آپ صحت یاب ہو گئے۔

یہ جنگ ختم ہو جانے کے بعد سید حسن علی خاں بڑی تیز روی کے ساتھ دہلی پہنچ گئے اور تقریباً ایک ہفتہ بعد محمد فرخ سیر بھی دہلی پہنچ گیا جہاں اس کی تاج پوشی کی رسم بڑے خوب صورت ڈھنگ سے سرانجام پائی۔ سید حسن علی خاں کو ہفت ہزار سوار و ہفت ہزار ذات کے منصب پر فائز کیا گیا اور آپ کو عبداللہ خاں قطب الملک یار وفادار ظفر جنگ کے خطابات سے سرفراز کیا گیا اور آپ وزیر اعظم مقرر ہوتے۔ برادر خورد سید حسین علی خاں بھی ہفت ہزار و ہفت ذات کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور آپ کو امیرالامرا، فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا اور آپ سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔

بادشاہ فرخ سیر اور سید بھائیوں میں اختلاف

اکثر مصنفین نے اپنی تاریخی کتب میں سید بھائیوں پر یہ الزام تراشی کی ہے کہ وہ بدعہد تھے اور انھوں نے بادشاہ فرخ سیر کے ساتھ بہت بدسلوکی کی اور اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے۔ بعض نام نہاد تاریخ داں حضرات نے تو قلم اٹھانے میں یہاں تک جرات کی کہ سید بھائیوں کو نمک حرام تک تحریر کر ڈالا۔ حالاں کہ اس طرح کی لغو باتیں اور بیہودہ الزام تراشی

درحقیقت اصلیت کی پردہ پوشی ہے۔ اگر صاف اور کھلے ذہن سے اس وقت کے حالات و واقعات کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو سید بھائی ایسے تمام بے ہودہ الزامات سے بالکل بری نظر آئیں گے۔ فرخ سیر کے برے انجام کی ذمہ داری خود اس کی ذات پر عائد ہوتی ہے۔ وہ کسی قدر بے وقوف کمزور اور سازشی ذہن کا مالک تھا۔ صحیح اور غلط میں تمیز کرنا اس بادشاہ کے لیے نہایت مشکل کام تھا۔ اسی لیے امور سلطنت میں اس کے تمام فیصلے جلد بازی میں اور غلط ہوا کرتے تھے جس کے نتائج ہمیشہ خراب نکلتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی پر اطمینان نہ کرنا اس بادشاہ کی خاص عادت تھی۔ اپنے کردار کی پستی اور مناسب قوت فیصلہ کے فقدان کے باعث ہی فرخ سیر اپنے درباریوں اور رعایا کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہوا اور بدنصیبی کا منہ اس کو دیکھنا پڑا۔ ہمارے آئندہ بیان سے قارئین کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ بادشاہ فرخ سیر نے سید بھائیوں کے خلاف کیسے کیسے جال بچھائے اور ان کو دھوکہ سے قتل کرنے کی کتنی گھناؤنی سازشیں کی گئیں لیکن سید بھائی سب کچھ خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہے مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو اپنے بچاؤ کی خاطر ان کو بھی کچھ اقدامات کرنے پڑے۔

جب سید حسن علی خاں اور سید حسین علی خاں کو خلاف امید بہت زیادہ طاقت حاصل ہو گئی اور شہرت آپ کے قدم چومنے لگی تو ہم عصر امراء و درباریوں کو حسد و جلن وشروع ہو گئی اور تورانی سرداروں نے سید بھائیوں کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیے جس کے نتیجہ میں بادشاہ اور سید بھائیوں کے درمیان بہت سی غلط فہمیاں

پیدا ہو گئیں۔ سید بھائیوں کی تضحیک کرنا اور جان بوجھ کر ان کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنا بادشاہ کا معمول بن گیا۔ حالات یہاں تک بگڑے کہ تنگ آکر سید بھائیوں نے دربار کی حاضری کو ترک کر دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ فرخ سیر کی والدہ جو سید بھائیوں سے بڑی شفقت سے پیش آتی تھیں یہ سن کر قطب الملک سید حسن علی خاں کے پاس تشریف لائیں اور ان کو سمجھایا بجھایا اور پچھلی تمام باتوں کو بھول جانے کے لیے کہا۔ انھوں نے یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ بادشاہ آئندہ کوئی وعدہ خلافی نہ کرے گا۔ دونوں بھائیوں کو امور سلطنت سرانجام دینے میں کسی قسم کی رکاوٹ درپیش نہ ہو گی۔ یہ تمام باتیں طے ہو جانے کے بعد دونوں بھائی دوبارہ شاہی خدمات بجا لانے پر رضا مند ہو گئے اور دربار میں حاضری دینا شروع کر دی۔ کچھ عرصے تک اسی طرح تعلقات بہتر رہے اور امن رہا۔ لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد چند سرداروں نے اپنا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے بادشاہ اور سید بھائیوں کے تعلقات پھر خراب ہو گئے۔ بادشاہ نے ان دونوں کے کام میں قدم قدم پر روڑے اٹکانا شروع کر دیے اور بار بار ان کی ذاتی اور ان کے عہدے کی توہین کی۔ سید بھائیوں کو بادشاہ کے اپنے تئیں رویے سے زبردست ٹھیس پہنچی اور انھوں نے ایک بار پھر گوشہ نشینی اختیار کرنے کی ٹھانی۔ بادشاہ نے دیگر سرداروں کے ناجائز دباؤ میں آکر مجبوراً سید حسین علی خاں کو دکن کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ بعد میں آپ با دل ناخواستہ دکن کی طرف روانہ ہو گئے۔

قطب الملک سید حسن علی خاں وزارت عظمیٰ سے متعلق تمام کام پس پشت ڈال کر تاکہ امور سلطنت میں بار بار بادشاہ کے ساتھ ٹکراؤ نہ پیدا

ہو سیر و شکار وغیرہ میں دل چسپی لینے لگے۔ اپنے عہدے سے متعلق تمام امور کو انھوں نے راجہ رتن چند کے سپرد کر دیا۔ (رتن چند کا وطن بھی قصبہ جانسٹھ تھا۔ آپ شروع میں سید حسین علی خاں کے ذاتی بخشی تھے) رتن چند جیسے تیسے سلطنت کے کاموں کو انجام دیتے رہے۔ ادھر اعتقاد خاں کاشمیری بادشاہ کے بہت قریب آچکا تھا اور ہر وقت سیدوں کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتا رہتا تھا۔ اعتقاد خاں کاشمیری نے بادشاہ کی شرکت میں ایک سازش تیار کی جس کے تحت دونوں سید بھائیوں کا قلع قمع ہونا لازمی تھا۔ اتفاقاً اپنے قتل کی سازش کی بھنک قطب الملک سید حسن علی خاں کو پڑگئی اور آپ نے بروقت اپنا دفاع کر لیا۔ لیکن اس سازش کے بعد قطب الملک بہت چوکنا ہو گئے تھے اور احتیاطاً آپ نے اپنے برادر خورد امیر الامرا، سید حسین علی خاں کو جو کہ دکن میں تھے مطلع کیا کہ یہاں پر حالات ناموافق ہیں اور عزت و جان کو خطرہ لاحق ہے۔ اس لیے آپ جلد سے جلد دہلی تشریف لے آئیں۔

یہ اطلاع موصول ہوتے ہی امیر الامرا، سید حسین علی خاں کافی فوج کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہو گئے اور کچھ دن کے سفر کے بعد دہلی کے نواح میں قیام کیا۔

اپنے بیان کو مزید نہ بڑھا کر ہم یہاں پر بادشاہ فرخ سیر کے سازشی ذہن اور اس کی تلون مزاجی کا بھانڈہ پھوڑنے کے لیے مہاراجہ اجیت سنگھ سے متعلق ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں جس سے بادشاہ کی ہمہ وقت کی بے اطمینانی اور بڑے سرداروں کے خلاف گھناؤنے جال بچھانے کی اس کی بری عادت کا پردہ پوری طرح فاش ہو جاتا ہے۔

مہاراجہ اجیت سنگھ ابتدا میں مغلوں کا زبردست مخالف تھا۔ اس کی سرکشی سے بادشاہ بہت تنگ آچکا تھا۔ یہ صرف دونوں سید بھائیوں ہی کا دم تھا کہ انھوں نے اپنی ذہانت اور سیاست سے کام لے کر اس کو رام کیا۔ بادشاہ فرخ سیر کی خاطر سید بھائیوں نے مہاراجہ اجیت سنگھ سے لڑائی مول لینے کا خطرہ برداشت کیا۔ کچھ عجب نہ تھا کہ دونوں کے درمیان شدت کی لڑائی ہوتی مگر امیر الامرا، سید حسین علی خاں کی بروقت دھمکی آمیز مداخلت نے مہاراجہ اجیت سنگھ کو بادشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کر دیا اور اس نے حاضر دربار ہونا قبول کر لیا۔ بادشاہ محمد فرخ سیر پر یہ ایک بڑا احسان سید بھائیوں کا تھا۔ بظاہر بادشاہ اجیت سنگھ کی حاضری سے مطمئن نظر آتا تھا لیکن درحقیقت اس کی تسلی اب بھی ہونی باقی تھی مطمئن ہونے کے بجائے ایک نیا شک اس کے دماغ میں سر ابھارنے لگا وہ یہ کہ سید بھائی مہاراجہ اجیت سنگھ کے ساتھ مل کر اس کو کچھ نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس بے بنیاد شک نے فرخ سیر کو بے چین کر دیا اور اس نے ایک نئی سازش مہاراجہ اجیت سنگھ کے خلاف ترتیب دے دی اور کوشش کی دھوکے سے مہاراجہ کو قتل کرا دیا جائے لیکن اس سازش کا بھانڈہ پھوٹنے کی وجہ سے بادشاہ کی یہ چال بارآور نہ ہو سکی۔ حسب ذیل واقعہ جو ہم نے مشہور کتاب "تاریخ ٹاڈ راجستھان" سے نقل کیا ہے قارئین کے مطالعہ کے لیے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ اندازہ لگائیں کہ بادشاہ فرخ سیر بظاہر ہر امیر اور سردار سے کس قدر اہتمام کے ساتھ ملتا تھا لیکن بہ باطن وہ کتنا سیاہ قلب اور سازشی واقع ہوا تھا۔ واقعہ ملاحظہ ہو:۔

"شاہی[1] دربار منعقد ہونے کے سلسلے میں اجیت سنگھ کے دہلی پہنچنے پر بادشاہ نے ہاڑا بھیم کوٹہ والا اور خان دوراں خاں کو بھیج کر اسے حضور میں طلب کیا۔ اجیت سنگھ حاضر دربار ہوا۔ بادشاہ نے اجیت سنگھ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ منصب ہفت ہزاری اور اضافہ کروڑ دام کے علاوہ ماہی مراتب۔ ہاتھی گھوڑے۔ شمشیر و خنجر۔ سرپیچ مرصع پر ہما۔ مالائے مروارید و خلعت سے سرفراضی بخشی۔ اجیت سنگھ یہاں سے روانہ ہوا تو قطب الملک عبداللہ خاں نے بڑے تزک و اہتمام سے پیشوائی کی۔ دونوں نے تہیہ کیا کہ اتفاق باہمی جان کے ساتھ ہے۔ مغلوں (بادشاہ) کو اندیشہ ہوا اور جھاڑی ایسے مقامات پر پوشیدہ ہو کر تاک میں ہوئے کہ کسی طرح اجیت سنگھ کا رشتۂ حیات منقطع کریں۔" یہ واقعہ ہم نے ضمناً یہاں تحریر کر دیا تھا۔ اب ہم اپنے سابقہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔

امیرالامرا سید حسین علی خاں کا اپنے بڑے بھائی قطب الملک سید حسن علی خاں کی بہ نسبت زیادہ دبدبہ تھا۔ بڑے بڑے امرا حسین علی خاں سے آنکھ ملاتے ہوئے گھبراتے تھے۔ جس وقت آپ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے اس وقت اور بھی زیادہ دہشت ناک ہو جاتے تھے۔ اپنے بڑے بھائی کی طلب پر جس وقت آپ دہلی میں آکر قیام پذیر ہوئے اس وقت کے حالات کا نقشہ "تاریخ ٹاڈ راجستان" میں الیگزینڈر ٹاڈ نے بڑے خوب صورت الفاظ میں پیش کیا ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

---

[1] "تاریخ ٹاڈ راجستان" مؤلفہ:- الیگزینڈر ٹاڈ

"پھاگن میں اجیت سنگھ اور سید بادشاہ کی قدم بوسی کو حاضر ہوئے۔ دونوں نے متفق الرائے ہو کر حسین علی خاں کو دکن سے طلب کیا۔ ان دنوں زمانے کا رنگ کچھ اور ہی تھا۔ آسمان و زمین دونوں جگہ بدشگونیاں ہو رہی تھیں۔ جس طرف دیکھیے آنکھوں کے سامنے شہابی رنگ آتش فشاں نظر آتا تھا۔ سیار و قت بے وقت روتے۔ کتے بھونکتے تھے۔ ابر نہ تھا مگر بجلی کی کڑک اور بادلوں کی گرج کانوں کے پردے پھاڑتی تھی۔ دربار کی رونق بالکل جاتی رہی اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ دہلی میں کوئی آفت برپا ہونے والی ہے۔ بیس روز کے بعد حسین علی خاں دہلی میں آگیا۔ اس کا چہرہ دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی۔ قلعہ کی دھونسوں کی آواز غم ناک معلوم ہوتی تھیں۔ حالاں کہ ہزار ہی سوار ساتھ تھے مگر معلوم ہوتا تھا کہ دہلی گرد و غبار سے چھپ گئی۔ وہ شہر کے شمال میں قیام پذیر ا اور راجیت سنگھ اور اپنے بھائی عبداللہ خاں سے ملاقی ہوا۔ رئیسان مغل اس طرح خوف زدہ تھے جیسے شکرے سے باز۔ جو تھا اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا تھا۔"

فرخ سیر کا انجام

دارالسلطنت پہنچنے کے بعد امیر الامرا سید حسین علی خاں نے ایک ذاتی پیغام بادشاہ کی خدمت میں بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ یا تو قلعہ کا انتظام ان کے سپرد کر دیا جائے ورنہ دوسری صورت میں وہ بادشاہ

لے "تاریخ ٹاڈ راجستان" مؤلفہ:۔ الیگزینڈر ٹاڈ

کے احکامات کی پابندی نہ کریں گے ۔ یہ پیغام پاکر بادشاہ قدرے ملول ہوا لیکن پھر بھی قلعہ سے متعلق تمام خدمات اور انتظامات امیرالامراء کے حوالے کر دیے۔ قلعہ کی تمام جگہوں پر امیرالامراء نے اپنے مخصوص آدمی متعین کر دیے اور حفاظتی اقدامات کو زیادہ سخت کر دیا۔ اس کے بعد امیرالامراء بادشاہ کے حضور قلعہ میں داخل ہوئے اور مختصر ملاقات کے بعد واپس دہلی کے باہر اپنے خیمہ پر آ گئے۔ دوسرے دن یعنی ۱۷ فروری ۱۷۱۹ء کو پھر امیرالامراء بادشاہ سے ملاقات کی غرض سے کافی سپاہیوں کے ہمراہ دہلی میں داخل ہوئے اور شائستہ خان کی حویلی پر قیام کیا۔ وہیں پر کافی تعداد میں سپاہی بھی ہمراہ رکھے ۔ بعد میں قطب الملک اور مہاراجہ اجیت سنگھ قلعہ میں داخل ہوئے اور وہاں کے درستیٔ انتظام کی غرض سے قلعہ کی کنجیاں اپنے قبضہ میں کر لیں ۔ تمام دن اور تمام رات ان کو قلعہ میں ہی گزری ۔ اس وقت تک قلعہ میں ہونے والی تمام تبدیلیوں سے دہلی کے عوام پوری طرح غافل تھے ۔ صبح سویرے ہی شہر میں یہ خبر گرم ہوئی کہ قطب الملک کو قتل کر دیا گیا ہے اور شاہی فوجیں امیرالامراء سے مقابلہ کے لیے اطراف سے دہلی کی طرف بڑھ رہی ہیں ۔ امیرالامراء یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے اور فوراً قطب الملک کو پیغام بھیجا کہ اب حالات بے قابو ہوا چاہتے ہیں اور اپنی حفاظت کے لیے یہ ضروری ہے کہ بادشاہ کو راستہ سے ہٹا دیا جائے ۔ جو کہ گھناؤنی سازشوں کا پلندہ بن چکا ہے ۔ چنانچہ قطب الملک نے ۱۸ فروری ۱۷۱۹ء کو بادشاہ فرخ سیر کو گرفتار کرنے کے بعد قید خانہ میں ڈال دیا اور رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاہ عالم کو قید خانہ سے نکال کر دہلی کے تخت پر جلوہ افروز کر دیا ۔

"تاریخ ٹاڈ راجستان" میں فرخ سیر کی گرفتاری کا حال اس طرح مندرج ہے :-

"دوسرے[1] روز جمنا کے کنارے اجیت سنگھ کے خیمہ میں صلاح مشورہ ہوا۔ اجیت سنگھ نے رکاب میں پاؤں رکھا۔ راٹھور ہمراہ ہوئے قلعہ میں پہنچے تو بادشاہ کی وہی حالت تھی جو آفتاب نکلنے سے چاند ستاروں کی ہوتی ہے۔ خزانے لٹ گئے۔ بادشاہ اسیر ہوا۔ مغل سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ جے سنگھ نے بھی بھاگ کر جان بچائی اور تخت سلطنت پر دوسرا بادشاہ متمکن ہوا۔"

فرخ سیر کے اسیر ہونے پر جو انتشار دہلی کے عوام میں پھیل گیا تھا وہ رفیع الدرجات کے تخت نشین ہونے پر ختم ہو گیا۔ یہ شہزادہ اپنے زمانۂ قید میں ہی بیمار تھا تخت نشین ہونے پر اس نے اپنی صحت کی طرف اور زیادہ لاپرواہی برتی جس کے نتیجہ میں وہ صرف تین مہینے اور چند دن سلطنت کے کام انجام دے کر رحلت کر گیا۔ رفیع الدرجات کی وصیت کے مطابق اس کا بڑا بھائی رفیع الدولہ امیر الامرا اور قطب الملک کی نگہداشت میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا لقب شاہجہان ثانی قرار پایا۔

اسی اثنا میں شہزادہ نیکو سیر نے آگرہ میں علم بغاوت بلند کرنا چاہا اور ہنگامہ بلند کر دیا۔ اس بغاوت کو کچلنے کے لیے امیر الامرا سید حسین علی خاں بادشاہ رفیع الدولہ کو ہمراہ لے کر آگرہ کی طرف

---

[1] "تاریخ ٹاڈ راجستان" مؤلفہ :- الیگزینڈر ٹاڈ

روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اس بغاوت کو سختی کے ساتھ کچل کر امن و امان قائم کر دیا۔ اس طرح یہ بغاوت ناکام ہو جانے اور قلعہ اپنے قبضہ سے نکل جانے پر نیکوسیر کا سنہرا خواب چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ کچھ عرصہ بعد جے سنگھ سوائے نے فتح پور سیکری میں بادشاہ کے خلاف سر اٹھایا۔ چنانچہ جے سنگھ کی تادیب کے لیے قطب الملک سید حسن علی خاں بہ ہمراہ بادشاہ رفیع الدولہ اس طرف روانہ ہوئے۔ لیکن قطب الملک نے اپنی ذہانت تدبیر سے جے سنگھ کو رام کر لیا اور بجائے لڑائی اس کے ساتھ ایک صلح سمجھوتہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ رفیع الدولہ بھی تین مہینے حکومت کرنے کے بعد مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔ رفیع الدولہ کے انتقال کے بعد بہت عجلت میں شہزادہ روشن اختر بن جہاں شاہ بن شاہ عالم کو آگرہ قلعہ سے طلب کر کے دہلی میں ۱۸ ستمبر ۱۷۱۹ء کو تخت نشین کیا گیا اور اس کا لقب محمد شاہ قرار پایا۔

سید بھائیوں کا زوال

امیر الامرا سید حسین علی خاں اور قطب الملک سید حسن علی خاں نے خود کو کبھی بادشاہ تسلیم نہ کیا اور نہ ہی بذریعہ طاقت اپنے کو بادشاہ تسلیم کرانے کی کوشش کی۔ انھوں نے ہمیشہ ہی خاندان تیموریہ سے کسی نہ کسی شہزادے کو تخت سلطنت پر جلوہ افروز کیا۔ لیکن محمد فرخ سیر کی اسیری کے بعد حالات نے دوسرا رخ اختیار کر لیا تھا اور سید بھائیوں کو چین کا سانس لینا دوبھر ہو گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ سلطنت مغلیہ میں ہر طرف انتشار پھیلا

ہوا تھا اور گڑبڑ تیزی سے بڑھتی جارہی تھی۔ یہ شورشیں بعد میں سید بھائیوں کے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

مئی ۱۷۲۰ء کے اوائل میں یہ خبر ملی کہ نواب نظام الملک مالوہ سے دریائے نربدا پار کر کے قلعہ آسیر گڈھ اور شہر برہان پور پر قابض ہوگیا۔ امیر الامراء نے اپنے بخشی سید دلاور علی کو کافی فوج و سامان جنگ دے کر نواب نظام الملک کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ لیکن سید دلاور علی مختصر سی جھڑپ کے بعد بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گئے۔ بعد میں سید عالم علی خاں نائب صوبہ دار دکن نے نواب نظام الملک سے مقابلہ کی ٹھانی لیکن وہ بھی اس مہم میں کامیاب نہ ہوسکے اور بڑی بہادری کے ساتھ انھوں نے بھی اپنی جان قربان کردی۔ عالم علی خاں کی افسوس ناک موت کی خبر سن کر امیر الامراء سید حسین علی خاں بذات خود بادشاہ کے ہمراہ نظام الملک کی درستیٔ مزاج کی غرض سے دکن کی جانب روانہ ہوئے اور قطب الملک بھی بھائی اور بادشاہ کو رخصت کرنے کے لیے آگرہ سے فتح پور کی طرف چار کوس تک آئے اور پھر وہاں سے ۱۱ ستمبر ۱۷۲۰ء کو بہت سے امراء کو ساتھ لے کر دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

ابھی قطب الملک دہلی کے راستہ ہی میں منزل کیے ہوئے تھے کہ ۲۹ ستمبر ۱۷۲۰ء کو ان کو اپنے بھائی امیر الامراء سید حسین علی خاں کے اچانک قتل کی خبر ملی۔ امیر الامراء کو میر حیدر کاشغری نے دھوکہ سے قتل کیا تھا۔ وہ ملعون عرضی پیش کرنے کا بہانہ بنا کر آپ کے قریب آیا اور اجازت طلب کرنے کے بعد عرضی پیش کی۔ جیسے ہی عرضداشت کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اس ظالم نے شدت سے ایک وار خنجر آب دار کا کیا۔

خنجر کا پہلو میں پیوست ہونا تھا کہ شدید تکلیف کے باعث آپ زمین پر تشریف لائے اور قاتل پر لعنت بھیج کر ایسی لات اس کے منھ پر ماری کہ وہ منھ کے بل زمین پر آ رہا۔ اسی اثنا میں سادات کے سپاہیوں کی ایک ٹولی وہاں پہنچ گئی اور قاتل کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن امیر الامراء خنجر دغا کے زخم کاری سے جاں بر نہ ہو سکے۔

قتل امیر الامرا کی منحوس خبر سن کر آپ کے برادر خورد قطب الملک سید حسن علی خاں کے دل کو زبردست دھکا لگا اور آپ کو اپنی تمام قوت متزلزل ہوتی نظر آئی۔ آپ نے فوراً اپنے ایک دوسرے برادر سید نجم الدین علی خاں کو جو دہلی خاص کے منتظم تھے تیز رو قاصد کے ذریعے ہدایت کی کہ وہ فوراً کسی بھی شہزادہ کو قید خانہ سے نکال تخت سلطنت پر جلوہ افروز کر دیں۔ چنانچہ سید نجم الدین علی خاں نے شہزادہ سلطان ابراہیم بن رفیع الشان کو بتاریخ ۷ اکتوبر ۱۷۲۰ء کو تخت نشین کر دیا۔ دو دن کے وقفہ سے قطب الملک بھی دہلی پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے موجودہ فوج کو درست کرنے کے سلسلے میں مزید اقدامات کیے اور اس کے ساتھ ہی کچھ نئی فوج بھی بھرتی کی گئی اور سامان جنگ فراہم شروع کیا تاکہ جلد سے جلد ایک بہتر اور مضبوط سپاہ مرتب ہو جائے۔ اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران جتنا زر و نقد قطب الملک نے جمع کیا تھا (جو صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے کتنا تھا) وہ سب اس نئی فوج کے مرتب کرنے اور اپنے دوستوں پر خرچ کر دیا۔ قطب الملک کا کہنا تھا کہ اگر میں زندہ رہا تو یہ زر و نقدیں واپس حاصل کر سکتا ہوں لیکن اگر خدا کی مرضی دوسری ہی ہے تو یہ مال و دولت میں دوسروں کے لیے کیوں چھوڑ دوں۔

بہر کیف محمد شاہ بادشاہ سے اپنے بھائی کا خون کا بدلہ لینے اور اس کی بادشاہت کو خاک میں ملا دینے کے ارادہ سے ۹ر اکتوبر ۱۷۲۰ء کو قطب الملک دارالخلافہ سے مع فوج فراً وآلات حرب روانہ ہوئے۔
۳ر نومبر ۱۷۲۰ء کو موضع حسن پور کے قریب قیام رہا۔
۱۴ر نومبر ۱۷۲۰ء کو بادشاہ محمد شاہ کا توپ خانہ حرکت میں آیا۔ اُدھر قطب الملک بھی تمام سادات بارہہ کے ساتھ مل کر سینہ سپر ہوگئے۔ اس طرح بادشاہ گر قطب الملک سید حسن علی خاں اور بادشاہ محمد شاہ کی یہ آخری جنگ شروع ہوگئی۔ سادات نے محمد شاہی توپ خانہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا رات بھر سادات پر گولہ باری ہوتی رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح سویرے تک قطب الملک کے ہمراہ بہت تھوڑی سپاہ رہ گئی۔ اکثر سادات لقمۂ اجل ہوگئے دن چڑھتے ہی محمد شاہی توپ خانہ پھر حرکت میں آیا اور ایک بار پھر گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں اکثر و بیشتر سادات مارے گئے۔ سید نجم الدین علی خاں (منتظم دہلی خاص) سخت زخمی ہوئے۔ آخر کار قطب الملک ہاتھی سے کود کر لڑائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کی پیشانی پر تیر کا زخم آیا اور تلوار کے وار سے آپ کا ایک بازو بھی قطع ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حیدر قلی خاں نے آپ پر ہلّہ بول دیا اور چاروں طرف سے گھیر کر آپ کو گرفتار کر لیا اور اپنے ہاتھی پر سوار کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ کی جان بخشی کر کے حیدر قلی خاں کی سپردگی میں آپ کو قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ کچھ عرصہ تک قطب الملک شاہی قید خانہ میں مقید رہے۔ اسی اثنار میں آپ کو زہر دیا گیا لیکن قطب الملک اپنے ذاتی خدمت گار کی مدد کی وجہ سے بچ گئے۔ جس نے آپ کو فوراً زہر مہرہ کھلا دیا تھا اور قے وغیرہ کرا دی تھی۔

دوسرے دن شاہی خواجہ سرا آپ کے لیے زہر لایا۔ قطب الملک اب زندگی سے بیزار ہو چکے تھے۔ آپ نے قبلہ رُخ ہو کر خدا تعالےٰ سے دعا کی کہ اے پالنے والے تو اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ سب میں اپنی طرف سے نہیں کر رہا ہوں۔ اس غیر شرعی حرکت کے لیے تو مجھے معاف کرنا یہ کہہ کر آپ نے زہر نوش کر لیا۔ اس طرح ۱۹ ستمبر ۱۷۲۳ء کو شاہی قید خانہ میں آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کا مدفن دہلی میں ایک درگاہ کی صورت میں موجود ہے جہاں ہزاروں لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں۔

(بقول کتاب ماثر الامرا)

ہم نے دہلی میں آپ کی قبر مطہر تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن تمام کوششوں کے باوجود بھی آپ کے مدفن کی نشان دہی نہ ہو سکی۔

(مؤلف)

امیر الامرا سید حسین علی خاں کو قتل کرنے کے بعد آپ کے والد سید عبداللہ خاں عرف سید میاں کے مقبرہ میں ان کے برابر دفن کیا گیا تھا۔ یہ شاندار مقبرہ اجمیر ریلوے اسٹیشن کے قریب موجود ہے اور آج کل سرکاری تحویل میں ہے۔

امیر الامرا سید حسین علی خاں کے بے رحمانہ قتل سے سینہ فگار ہو کر علامہ سید عبدالجلیل واسطی بلگرامی نے جو خونچکاں مرثیہ تحریر کیا تھا وہ اختصار میں ہم یہاں نقل کرتے ہیں — ملاحظہ ہو:—

آثار کربلاست عیاں از جبین ہند
زد جوش خون آل نبی از زمین ہند

نیلی است زین معاملہ پیراہن عرب
درخون گریہ سرخ شد آستین ہند

گیتی چرا سیاہ نہ گردد زدود غم
خاموش شد چراغ نشاط آفرین ہند

هند این چنین مصیبت عظمیٰ ندیده است — دیدیم داستان شهور و سنین هند
از داغ دل زدند چراغان اشک جوش — این است نوبهار گل آتشین هند
ماہی در آب می طپید و مرغ در ہوا — از شیون عظیم امیر مہین ہند
ہند از شہادتش تن بے روح گشتہ است — یعنی کہ بود و نفس و آب پسین ہند
رستم نشاں، حسین علی خاں شہید شد — از خنجر بود نہاں در کمین ہند
از دست ابن ملجم ثانی شہید شد — گوئی نہ کوفہ است گِل ماتمین ہند

سال شہادتش قلم واسطی نوشت[1]
قتل حسین کرد یزید لعین ہند

۱۱ ۲۳ ہجری

دیگر حالات قطب الملک سید حسن علی خاں

آپ کے وطن خاص قصبہ جانسٹھ میں جب آپ کے دیگر بھائیوں نے محلات تعمیر کرانے شروع کیے تو آپ نے بھی ایک محل کی بنیاد ڈالی ۔ مگر وہ عمارت آپ کی حیات میں تکمیل نہ ہو سکی ۔ صرف صدر دروازے کا ایک حصہ اور ایک زنانہ حویلی موجود ہے ۔ اس عمارت کی تکمیل سید ذوالفقار علی خاں نے کی اور اب یہ رنگ محل کے نام سے مشہور ہے ۔

دہلی میں آپ کے آثار میں ایک نہر ہے جو پٹ پڑگنج کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ نہر قطب الملک نے ۱۷۱۵ء میں اپنے حکم سے شاہجہاں

---

[1] "مآثر الکرام" دفتر ثانی صفحہ ۱۷۳ — ۱۸۳

نہر سے جاری کرائی تھی جس کی وجہ سے یہ علاقہ سیراب ہو سکا تھا۔[1]

دوسری آپ کی یادگار قصبہ جانسٹھ میں "نبی کریم یا قدم رسول" ہے جس کی اصل کیفیت جو ہم سینہ بہ سینہ سنتے چلے آئے ہیں یہ ہے کہ مخدوم علی شاہ جہانیاں جہاں گشت جو ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں پاپیادہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اقدس میں دعا کی کہ یارسول اللہ کیوں کہ میں پیدل کر آپ کے حضور آیا ہوں اس لیے واپسی پر لوگ میرا اعتبار نہیں کریں گے۔ لہذا مجھے کوئی ایسی چیز عطا ہو کہ لوگ میرا اعتبار و یقین کریں۔ اسی رات عالم رویا میں بشارت ہوئی کہ جو چیز تمھیں دی گئی ہے وہی کافی ہے۔ اس کو اٹھا لو اور اپنے ساتھ لے جاؤ۔ چنانچہ صبح بیدار ہوتے ہی شاہ صاحب نے دیکھا کہ ان کے سرہانے ایک سفید پتھر رکھا ہے اور اس پر دو پیروں کے نشانات ہیں۔ آپ فوراً شکر بجالائے اور خوشی خوشی اس کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہلے دہلی پہنچے۔ اورنگ زیب عالمگیر کا شروع زمانہ تھا۔ بادشاہ وقت نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس متبرک پتھر کو لیا اور دہلی میں ایک خاص موقع پر عمارت تیار کرا کر اس میں نصب کرا دیا۔ یہ عمارت اب دہلی میں "نبی کریم یا قدم رسول" کے نام سے منسوب ہے۔

۱۷۱۵ء میں جب قطب الملک سید حسن علی خاں کا زمانہ تھا۔ دہلی

---

[1] ماخوذ "تاریخ سادات بارہ" (غیر مطبوعہ)
مؤلفہ :- سید مظفر علی خاں مرحوم۔ جانسٹھ

یں بڑا سخت قحط پڑا اور اتفاقاً پہاڑ گنج یں آگ لگ گئی جس سے اناج کے بڑے بڑے ذخیرے و مکانات وغیرہ جل کر خاکستر ہو گئے۔ علاوہ گرانی غلّہ کے پانی کی قلت نے اور زیادہ ستم ڈھایا جو ہمیشہ اس علاقہ میں رہتی تھی۔ اس وقت قطب الملک سید حسن علی خاں (وزیر اعظم) نے خلق خدا کی اس زبردست تکلیف کو محسوس کر کے اپنی دریا دلی اور دانش مندی سے کام لے کر اس نہر کا نکالا جانا تجویز کیا۔ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ نہر نکالے جانے کے ساتھ ہی ''نبی کریم یا قدم شریف'' کی مرمت بھی کچھ ترمیم کے ساتھ عمل میں آئی اور قطب الملک موصوف نے اس متبرک پتھر کے دو ٹکڑے کرا کر ایک قدم کا نشان دہلی عمارت مذکور یں نصب کرایا اور دوسرے قدم کا نشان اپنے وطن قصبہ جانسٹھ بھیج دیا۔ سید نورالدین علی خاں برادر حقیقی قطب الملک اس وقت اپنے محل کی تعمیر محلہ جمعہ قصبہ جانسٹھ یں کرا رہے تھے اس پتھر کو آپ نے اس جگہ نصب کرایا جہاں اب وہ نصب ہے اور ''نبی کریم'' کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ یہ جگہ قصبہ میں آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔

دونوں سید بھائیوں کے اوصاف اور ان کے بہترین کردار کے بارے میں چودھری نبی احمد سندیلوی کا بیان جو ان کی کتاب ''وقائع عالمگیر'' یں ہے اس کا اقتباس ہم یہاں تحریر کرتے ہیں جس سے دونوں سید بھائیوں کے کردار کی عمدگی اور اعلیٰ اخلاق کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:—

''خلق محمدی، شجاعت حیدری اور سخاوت ہاشمی سادات عظام کی میراث ہے۔ حکمرانی کی پیچیدہ اور خار دار گلیوں کے باہر اگر یہ دونوں

بھائی وزن کیے جائیں تو ان خوبیوں میں پورے اتریں گے۔ دوست اور دشمن دونوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں بھائی اخلاق مجسم تھے۔ بہادری میں کلام نہیں اور سخاوت میں ضرب المثل تھے۔ خان نصرت جنگ کے خون سے ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ ضرور رنگے پاؤ گے لیکن یہ ملک داری اور حکومت کے کرشمے تھے ان میں پڑ کر کوئی سلامت نہیں نکلا کرتا ہے۔"

قطب الملک اور امیر الامراء دونوں بھائیوں کے خاتمہ کے بعد سادات بارہہ کے اقبال کا ستارہ پوری طرح گردش میں آگیا تھا اور یہ قوم بڑی سبک روی کے ساتھ زوال کا نشانہ بننے لگی۔ قتل امیر الامراء اور قطب الملک کے بعد محمد شاہی امراء کی خوب چڑھ بنی اور وہ ڈھونڈ ڈھ کر سادات سے اپنی پرانی عداوتوں کا حساب چکانے لگے۔ جہاں جہاں سادات بارہہ تھے وہ ان تنگ نظر اور سفلہ پرور امراء کے پنجۂ ظلم کا شکار ہوئے اور اس طرح سادات کی ایک بڑی تعداد قضا کے گھاٹ اتر گئی۔

خاندان سادات کی آخری ممتاز ہستی سید سیف الدین علی خاں برادر خورد قطب الملک و امیر الامراء تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائیوں جو کہ بادشاہ گر تھے۔ قتل ہو جانے کے بعد اپنے وطن قصبہ جانسٹھ واپس آگئے تھے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ مگر کچھ عرصہ بعد ہی محمد شاہ بادشاہ کے کینہ پرور امیروں نے آپ کو بھی تاک لیا اور پریشان کرنا شروع کر دیا۔ مجبوراً آپ کو محمد شاہی فوجوں کے مقابل آنا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو شکست کھانی پڑی اور ایک باعزت موت آپ کو نصیب ہوئی آپ کا تفصیلی حال ذیل میں ملاحظہ کیجیے :-

سید سیف الدین علی خاں ابن سید عبداللہ خاں بارہہ

آپ عبداللہ خاں عرف سید میاں کے تیسرے بیٹے تھے۔ آخر عہد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ میں آپ داخل ملازمان شاہی ہوئے۔ عالم گیر کے انتقال کے بعد جب اس کے بیٹوں میں تخت نشینی پر نزع پیدا ہوا تو آپ نے اپنے بھائیوں کے ہمراہ فوج معظم شاہ میں شریک جنگ ہو کر موقع پر شجاعت و جواں مردی کے کا اظہار کیا اور بعد تخت نشینی معظم شاہ منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔

بعد انتقال محمد معظم شاہ جب اس کے بڑے بیٹے معزالدین جہاندار شاہ نے آپ کے بڑے بھائی قطب الملک سید حسن علی خاں کو صوبہ داری الہ آباد سے معزول کر دیا اور سید عبدالغفار گردیزی کو قلعہ الہ آباد آپ سے چھیننے کے لیے مامور کیا تو سید حسن علی خاں اس کے خلاف صف آرا ہوئے اس وقت سید سیف الدین علی خاں بھی اپنے دیگر برادران کے ساتھ مل کر اپنے بھائی کی امداد کو پہنچ کر شریک حال ہوئے

جب محمد فرخ سیر اور جہاں دار شاہ میں صف آرائی ہوئی تو سید سیف الدین علی امیر الامرا اور قطب الملک کے ہمراہ محمد فرخ سیر کی طرف سے بڑی سرگرمی کے ساتھ مصروف جنگ ہوئے۔ یہ مہم سر کرنے کے بعد اور جہاں دار شاہ کے گرفتار ہو جانے پر فرخ سیر سربرائے سلطنت ہوا تو اس نے آپ کو انعام شائستہ اور خلعت سے ممتاز کر کے منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار پر فائز کیا۔

سنہ ۱۱۲۷ ہجری میں امیر الامرا، سید حسین علی خاں کو جب خبر موصول ہوئی

کر کھنڈوہ بنہاریہ، سپہ سالار ساہو شاہی علاقوں میں شورش برپا کررہا ہے اور تمام ملک کو پامال کر رہا ہے اور ذوالفقار بخشی جو کہ اس کی گوشمالی کو بھیجا گیا تھا وہ قتل ہو چکا ہے تو امیرالامراء نے سید سیف الدین علی خاں کو اس کی سرکوبی کے لیے مامور کیا اور راجہ محکم سنگھ کو آپ کی مدد کے لیے مقرر کیا۔ جب سید سیف الدین علی خاں اس کے علاقہ میں پہنچے تو وہ آپ کی آمد سے خوف زدہ ہو کر کسی طرف بھاگ نکلا۔ سید صاحب نے اس کا تعاقب کیا اور قلعۂ ستارہ تک پہنچ گئے جہاں پر وہ پناہ گزیں تھا لیکن پھر بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور آپ واپس برہان پور چلے آئے۔

۱۱۳۱ھ ہجری میں سید سیف الدین علی خاں امیرالامراء کے پاس اورنگ آباد میں تھے۔ قطب الملک اور بادشاہ فرخ سیر کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور قطب الملک نے امیرالامراء کو دہلی طلب کیا تو امیرالامراء نے سید سیف الدین علی خاں کو چند ہزار سوار فراہم کر کے ضروری انتظام و دہلی کے لیے اسباب سفر درست کرنے کی خاطر برہان پور کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ فوراً برہان پور پہنچے اور روانگی دہلی سے قبل تمام ضروری سامان سفر، اسباب و توپ خانہ وغیرہ تیار کر لیا اور بہ ہمراہ امیرالامراء دہلی آگئے۔

۱۱۳۲ھ ہجری میں روشن اختر محمد شاہ بادشاہ کا دور سلطنت آیا اور امیرالامراء سید حسین علی خاں خنجر دغا سے قتل ہو گئے اس وقت سید سیف الدین علی خاں مرادآباد میں فوجدار تھے اور اپنے وطن جانسٹھ آئے ہوئے تھے۔ قتل امیرالامراء کی خبر سن کر سخت اذیت میں مبتلا ہوئے۔ آپ نے فوراً دہلی کی طرف کوچ کا قصد کیا اور عجلت میں جو کچھ فوج اور سامان جنگ فراہم ہو سکا، مرتب کر کے

اپنے بڑے بھائی قطب الملک کی امداد کے لیے دہلی پہنچ گئے۔ بعد میں بادشاہ محمد شاہ کے ساتھ سادات کے معرکے میں آپ قطب الملک کے ہمراہ تھے۔ ہر چند کوشش یہ لڑائی جیتنے کی گئی لیکن کچھ بس نہ چلا۔ سادات کی قسمت کا پانسہ پلٹ چکا تھا۔ چنانچہ قطب الملک اور سید نجم الدین لڑائی میں زخمی ہو جانے کے بعد گرفتار کر لیے گئے۔ اکثر و بیشتر سادات اس لڑائی میں مارے گئے۔ اس معرکے اختتام پر حالات کو ناموافق دیکھ کر مجبوراً سید سیف الدین علی خاں بمع سید شجاعت اللہ خاں و سید ذوالفقار علی خاں منجملہ آٹھ دس ہاتھیوں کے اپنے وطن مالوف قصبہ جانسٹھ لوٹ آئے اور خانہ نشینی اختیار کی اور موجودہ تعلقہ موروثی پر قناعت کر کے بسر اوقات کو غنیمت سمجھ کر کسی سے کچھ واسطہ نہ رکھا۔

آپ کی اولاد آج بھی قصبہ جانسٹھ کے محلہ رنگ محل۔ موتی محل۔ جنت آباد وغیرہ میں آباد ہے۔ آپ نے جانسٹھ میں عالی شان مکانات تعمیر کرائے۔ جو جنت آباد میں آپ کے عظمت و جلال کو آج بھی ظاہر کرتے ہیں۔ ایک دیوان خانہ نہایت عالی شان و مضبوط تعمیر کرایا جس میں ایک حمام نہایت عمدہ اب تک موجود ہے۔ کسی نے اس کی بنا کی تاریخ خوب تحریر کی ہے جو اس پر کندہ ہے۔ ملاحظہ ہو:—

ازرہ تعمیر تاریخ بنا جلوہ گر است
چشم بد دور کہ حمام بہشت دگر است

۱۱۳۲ ہجری

سید سیف الدین علی خاں کے نو (9) بیٹے ہوئے:— (۱) سید فتح علی خاں

(۲) سید اعظم علی خاں (۳) سید قمر الدین علی خاں (۴) سید امام الدین علی خاں
(۵) سید فخر الدین علی خاں (۶) سید معظم علی خاں (۷) سید طالب علی خاں
(۸) سید غالب علی خاں (۹) سید محسن علی خاں معروف بہ زین الدین خاں
جن میں اول دو بیٹے لاولد رہے بقیہ صاحب اولاد ہوئے۔ سید زین الدین
خاں کی اولاد شہر پٹنہ صوبہ بہار میں آج بھی آباد ہے۔

6

سادات پر فوج کشی

یعنی

جنگ بھینسی

امرائے دربار محمد شاہ بادشاہ میں خود غرضی و نفاق کا جذبہ زبردست تھا جس کے باعث وہ آپسی عداوت و مخالفت میں سرگرمی سے مصروف رہتے تھے۔ اسی طرح کے تخریب کار امیروں میں ایک اعتماد الدولہ قمر الدین خاں بھی تھا جو خاندان قطب الملک اور امیر الامراء سے خاص طور پر سخت دشمنی رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ بدطینت کچھ عرصہ بعد سید سیف الدین علی خاں کی طرف متوجہ ہوا اور ہر وقت ایسے پہلو اور موقع تلاش کرنے لگا کہ کسی بہانہ سے اس بہادر کی زندگی کا چراغ خاموش کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے حشمت خاں

کو فوجداری سہارن پور پر مامور کر کے رخصت کیا اور یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی کہ تم اس لیے متعین کیے جاتے ہو کہ سید سیف الدین علی خاں کے تمام علاقہ جاگیر کو ضبط کر کے اس کی پامالی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھو۔ سہارن پور آنے کے بعد حشمت خاں نے آپ کے علاقہ جاگیر پر دست درازی شروع کی۔ سید صاحب نے جب یہ دیکھا نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ صرف اس علاقہ جاگیر سے ہماری اوقات بسر ہوتی ہے اس سے درگزر فرمائیں۔ لیکن حشمت خاں اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنا رویہ سخت کر دیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ عزت و آبروئے خاندان کو خطرہ لاحق ہے تو آپ نے حشمت خاں پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔

اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کو جس وقت حشمت خاں کے مارے جانے کی خبر ملی تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور سید سیف الدین علی خاں پر فوج کشی کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ فوراً عظیم اللہ خاں کو مع لشکر جرار تورانیاں سادات کے قتل و غارت کے لیے مامور کیا اور اس کی مدد کے لیے علی محمد خاں روہیلہ، فریدالدین خاں، عظیم اللہ خاں فاروقی و شیخ زادہ ہائے لکھنؤ فوج دار مراد آباد کو متعین کیا۔

جب یہ لشکر قصبہ جانسٹھ سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر موضع بھینسی کے قریب خیمہ زن ہوا اور سید سیف الدین علی خاں کو یہ خبر پہنچی تو آپ جوش شجاعت سے فوراً اپنے بھائی بندوں، عزیزوں اور ملازموں کو لے کر دیگر سادات کے ہمراہ آمادۂ مقابلہ ہو کر وہاں جا پہنچے۔ پہلے آپ نے سپہ سالار عظیم اللہ خاں سے بذریعہ ایلچی اس طرف آنے کا سبب دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ فوجدار مقتول کے انتقام کے لیے یورش

کی گئی ہے تو آپ نے اس کی نسبت بے چارگی اور مجبوری کا اظہار کر کے معافی طلب کی۔ مگر عظیم اللہ خاں نے ایک نہ سنی اور فوج کو مرتب کر کے سامنے آگیا۔ تب آپ نے بھی باوجود کم جمعیت اور عدم موجودگی سامان جنگ، توپ و تفنگ ہمت مردانہ سے قدم آگے بڑھائے اور بڑی بہادری سے ایسی تیغ زنی کی کہ دشمنوں کے چھکّے چھوٹ گئے۔ اچانک نواب علی محمد خاں روہیلہ مع اپنی تازہ دم فوج کے کمک کے لیے آ پہنچا۔ جو اس باختہ تورانیوں کے اکھڑے قدم پھر سے جم گئے اور سب نے سادات کو چاروں طرف سے آگھیرا اور تیروں اور بندوقوں سے آتش باری شروع کر دی۔ سادات کی طرف سے جتنے بھی آدمی لڑ رہے تھے ان میں سے ایک نہ بچا اور سب نے نہایت جواں مردی سے جان دے دی۔ سید سیف الدین علی خاں بھی اس معرکہ میں کام آئے۔

سید سیف الدین علی خاں کے قتل سے بھی تورانیوں کو چین نہ آیا اور قصبہ جانسٹھ کو جو سید صاحب مرحوم اور آپ کے باپ دادا کا مسکن تھا خوب تاراج کیا۔ بے خوف ہو کر سادات کو لوٹا۔ کئی دن کی بربادی کے بعد عظیم اللہ خاں سید سیف الدین علی خاں کا سر کاٹ کر دہلی کی طرف لے گیا اور بادشاہ محمد شاہ کے حضور پیش کر دیا تاکہ اس کی خوشنودی کا باعث ہو۔ بعد میں سید سیف الدین علی خاں کی لاش کو قصبہ جانسٹھ لایا گیا اور یہاں پر آپ دفن ہوئے۔ آپ کا شاندار مقبرہ اب بھی بہت عمدہ حالت میں قصبہ ہذا میں موجود ہے۔

مولوی حکیم محمد نجم الغنی۔ سید سیف الدین علی خاں کے محمد شاہی فوجوں سے مقابلے کا مختصر حال اپنی کتاب ''اخبار الصنادید'' جلد اول میں تحریر

کرتے ہوئے صاف طور پر سید سیف الدین علی خاں کے بے انتہا بہادر ہونے کا اعتراف اس طرح کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو :۔

جب[1] کہ سیف الدین علی خاں رئیس قصبہ جانسٹھ برادر امیر الامرا سید حسین علی خاں نے '' سرکشی '' کرکے حشمت خاں فوجدار سہارن پور کو مار ڈالا تو اعتماد الدولہ قمر الدین خاں نے ۱۱۵۰ھ ہجری میں سادات بارہ کے استیصال کے لیے عظیم اللہ خاں نے اپنے بھائی کی ماتحتی میں بادشاہی فوج روانہ کی اور عظمت اللہ خاں ۔ فرید الدین خاں کو ان کی مدد کے لیے جو مرادآباد میں قمر الدین خاں کی طرف سے فوجدار تھے جانسٹھ جانے کا حکم ملا اور نواب علی محمد خاں روہیلہ رامپوری کو بھی اپنی جمیعت کے ساتھ ان کی رفاقت میں جانے کا حکم ہوا ۔ '' منتخب العلوم '' میں لکھا ہے کہ وزیر نے منصب دوہزاری و چار ہزار سوار اور علم و نقارہ بادشاہ کے حضور سے ان کے لیے بھیجا ۔ نواب علی محمد خاں روہیلہ نے فرمان کے پہنچتے ہی '' بارہ '' کی طرف کوچ کیا اور لڑائی ہوئی ۔ وہ دھواں دھار معرکہ ہوا کہ نظر کام نہ کرتی تھی ۔ سیف الدین علی خاں نہایت دلیر تھے ۔ انھوں نے میدان جنگ میں عظیم اللہ خاں کی فوج کا منھ پھیر دیا مگر خاص پٹھانوں کی فوج نے ایک طرف سے سادات پر ایسا حملہ کیا اور بندوق و بان کے اتنے فیر کیے کہ سیف الدین علی خاں اور ان کے تمام ہمراہی مارے گئے اور جانسٹھ کی تمام آبادی لوٹ لی گئی ۔ ''

---

[1] '' اخبار الصنادید '' جلد اول
مؤلفہ :۔ حکیم نجم الغنی خاں صاحب رامپوری

سید سیف الدین علی خاں کے نُو بیٹوں میں سید قمر الدین علی خاں کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کی اولاد دو خاندانوں میں منقسم ہوئی جو رنگ محل کے نام سے مشہور ہیں۔ ان دونوں خاندانوں کے کافی افراد ترک وطن کر چکے ہیں لیکن ہنوز بیشتر افراد قصبہ جانسٹھ میں ہی سکونت پذیر ہیں۔ سید سیف الدین علی خاں کا مفصل شجرہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

شجرۂ خاندان سید سیف الدین علی خاں

سید قمر الدین علی خاں

سید مکارم علی خاں

سید ذو الفقار علی خاں

سید اکبر علی خاں

(۱) سید آفتاب علی خاں

(۲) سید حسین علی خاں

(۱) سید آفتاب علی خاں (خاندان رنگ محل)

- (الف) سید اصغر علی خاں
- (ب) سید خورشید علی خاں
- (ج) سید احمد علی خاں

(الف) سید اصغر علی خاں

- (۱) سید محمود علی خاں
- (۲) سید جعفر علی خاں
  - (۴) سید باقر علی خاں
  - (۵) دختر
- (۳) سید مقصود علی خاں

الف (۱) سید محمود علی خاں (خاندان رنگ محل)

- سید قاسم علی خاں
  - سید قیصر علی خاں
    - سید کوثر علی خاں
- سید فتح علی خاں
- سید حیدر علی خاں
  - دختر
- دختر

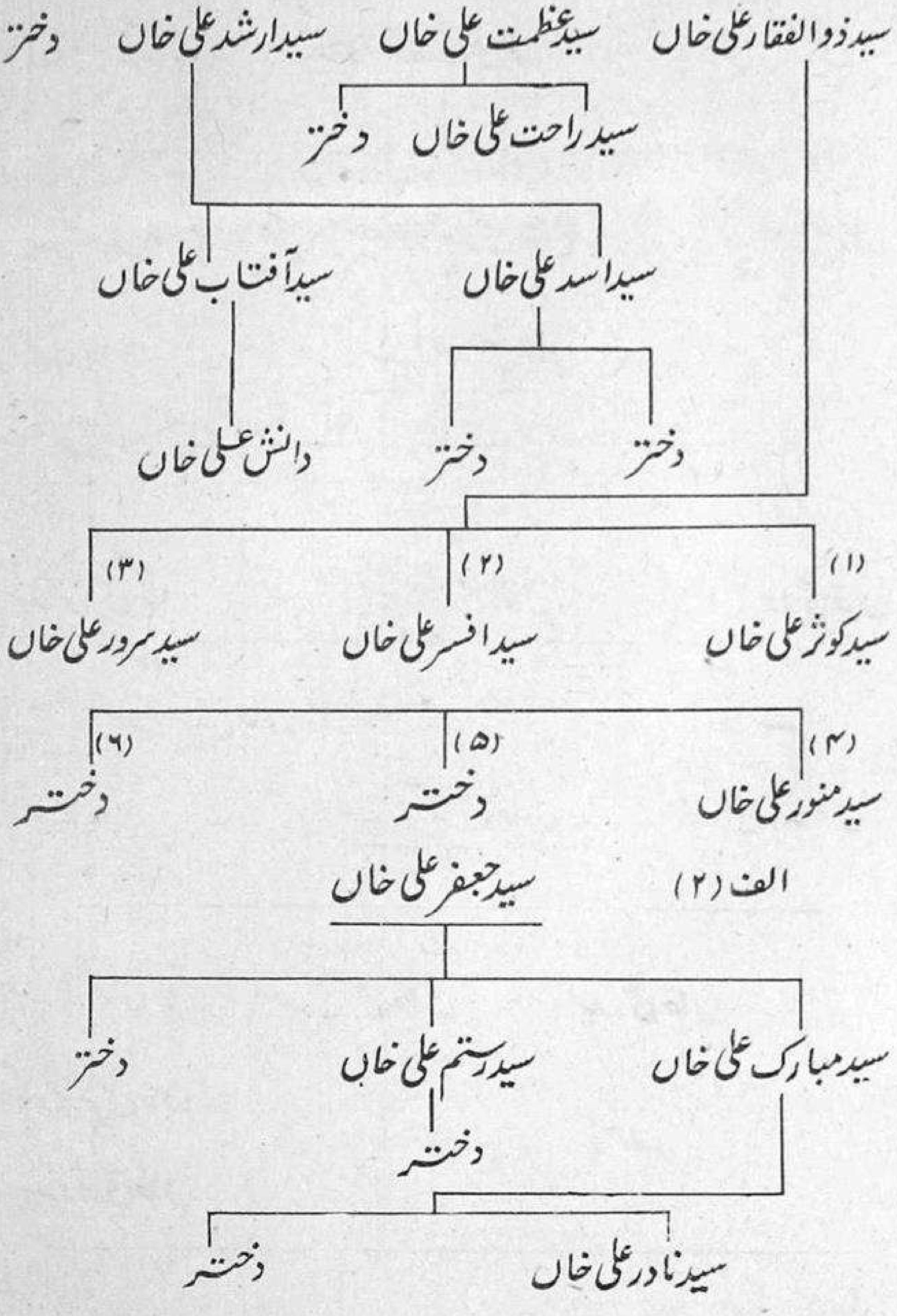
سید ذوالفقار علی خاں
سید عظمت علی خاں
سید ارشد علی خاں
دختر
سید راحت علی خاں
دختر
سید اسد علی خاں
سید آفتاب علی خاں
دختر
دختر
دانش علی خاں
(۱)
(۲)
(۳)
سید کوثر علی خاں
سید افسر علی خاں
سید سرور علی خاں
(۴)
(۵)
(۶)
سید منور علی خاں
دختر
دختر
الف (۲)
سید جعفر علی خاں
سید مبارک علی خاں
سید رستم علی خاں
دختر
دختر
سید نادر علی خاں
دختر

الف (۳)

سید مقصود علی خاں

- دختر
- دختر
- دختر
- دختر
- دختر
- سید ارشاد علی خاں
  - لاولد
- سید شمشاد علی خاں
  - سید سہیل علی خاں
  - دختر
  - دختر
  - دختر
- دختر

الف (۴)

سید باقر علی خاں

- سید نثار علی خاں
  - لاولد
- دختر

(ب) (خاندان زنگ محل)

سید خورشید علی خاں

- سید مظفر علی خاں کوثر
  - سید سرفراز علی خاں
    - ۱ سید ضیغم علی خاں
    - ۲ دختر
    - ۳ دختر
    - ۴ دختر
    - ۵ سید علمدار علی خاں
    - ۶ سید ظفر علی خاں (لاولد)

(۷) سید اظہر علی خاں — (۸) سید عباس علی خاں — (۹) دختر — (۱۰) دختر — (۱۱) دختر

سید ضیغم علی خاں

سید سلیمان علی خاں (مؤلف) — سید آصف علی خاں — سید احسان علی خاں — دختر — دختر

سید سلیمان علی خاں (مؤلف): دختر

سید علمدار علی خاں

سید مراد علی خاں — سید ہلال علی خاں — دختر

سید اظہر علی خاں

دختر — دختر

(ج)

سید احمد علی خاں

سید کربلائی حسین — سید ہاشم علی خاں

سید کربلائی حسین: دختر — دختر

سید ہاشم علی خاں: دختر — دختر — دختر

(۲) سید حسین علی خاں

سید مہدی علی خاں سید حامد علی خاں سید عبداللہ خاں دختر دختر

۲- (الف) سید مہدی علی خاں (خاندان موتی محل)

سید حشمت علی خاں سید شوکت علی خاں سید یوسف علی خاں

سید حشمت علی خاں

سید صفدر علی خاں سید زوار علی خاں سید سجاد علی خاں

سید مرتضیٰ علی خاں دختر

سید شاہد علی خاں سید زاہد علی خاں دختر

سید صادق علی خاں دختر دختر دختر دختر

سید مجتبیٰ علی خاں سید ارتضیٰ خاں سید غضنفر علی خاں

دختر

سید سجاد علی خاں

سید ریاض علی خاں دختر

سید شاہد علی خاں
- سید آفتاب علی خاں
- سید جعفر علی خاں
- دختر
- دختر
- دختر
- دختر

سید زاہد علی خاں (خاندان موتی محل
- دختر
- دختر
- دختر
- دختر
- سید مہدی علی خاں

سید شوکت علی خاں ابن سید مہدی علی خاں
- سید شفقت علی خاں
- سید نصرت علی خاں
- سید راحت علی خاں
  - سید ندیم
  - دختر
  - دختر
- دختر

سید شفقت علی خاں
- سید عشرت علی خاں
- دختر
- دختر

سید نصرت علی خاں (خاندان موتی محل)
- سید عارف علی خاں
- دختر

- سید یوسف علی خاں ابن سید مہدی علی خاں
  - سید امیر علی خاں
  - سید شبیر علی خاں
  - سید وزیر علی خاں
  - سید شبرؑ علی خاں
    - سید رفعت علی خاں
    - سید شجاعت علی خاں

- سید امیر علی خاں
  - سید اکبر علی خاں
    - سید صبیح علی خاں
  - سید اطہر علی خاں

- سید شبیرؑ علی خاں
  - سید حیدر علی خاں
  - سید امجد علی خاں
  - دختر
  - دختر
  - دختر
  - دختر

- سید وزیر علی خاں
  - سید ثروت علی خاں
  - سید مسرت علی خاں
  - دختر
  - دختر

۲ــ (ب)

- سید حامد علی خاں
  - سید محمد علی خاں
  - سید ناصر علی خاں
  - سید کاظم علی خاں
  - دختر
  - دختر

- سید محمد علی خاں
  - سید مصطفےٰ علی خاں
    - سید مرتضیٰ علی خاں
    - سید ارتضیٰ علی خاں
    - سید حامد علی خاں
  - دختر
  - دختر
  - دختر

- سید ناصر علی خاں
  - دختر
  - دختر
  - دختر

- سید کاظم علی خاں
  - سید رضا علی خاں
  - سید حسین علی خاں
    - دختر
    - دختر
  - دختر

۲—(ج) سید عبد اللہ خاں (خاندان موتی محل)

- سید حسن علی خاں
- سید ممتاز علی خاں
- سید اعجاز علی خاں
- دختر

سید حسن علی خاں

- سید محسن علی خاں
- دختر

سید ممتاز علی خاں

- سید مشتاق علی خاں
- دختر
- دختر
- دختر

سید مشتاق علی خاں

- سید مہدی علی خاں
- سید احمد علی خاں
- سید امجد علی خاں
- دختر
- دختر

7

سادات بارہہ کی چند اہم شخصیتیں

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد جب انگریزوں کا یہاں اقتدار بڑھنا شروع ہوا اور ۱۸۰۳ء کے اوائل میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے دریائے گنگا وجمنا کے درمیان کا علاقہ یعنی دوآبہ فتح کرلیا تو سادات بارہہ کی صاحب اقتدار اور باحیثیت شخصیتوں نے بھی حالات کا بغور جائزہ لیا اور ہوا کے رخ کو پہچانا۔ چنانچہ سادات نے نہایت دانشمندی سے کام لے کر انگریز حکام کو اپنی خدمات پیش کر دیں اور اپنی ان پرخلوص خدمات کے ذریعہ فرنگیوں کو پوری طرح اپنا گرویدہ کرلیا۔ اس طرح انگریزی دور حکومت میں بھی سادات بارہہ کی عزت وشہرت میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوئی۔ اور یہ قوم اپنی خدمات کی وجہ سے انگریز حکمرانوں کی نوازشوں سے برابر فیض یاب ہوتی رہی اور اپنی نمایاں حیثیت وشوکت کو بخوبی قائم رکھا۔

انگریزی دور کے اختتام اور پھر اس کے بعد ہندوستان تقسیم ہوجانے کے بعد سادات بارہہ کی بعض شخصیتوں کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ لہذا چیدہ چیدہ شخصیتوں کی مختصر تفصیل ہم یہاں پر تحریر کرتے ہیں تاکہ سادات سے متعلق قارئین کی معلومات میں مزید اضافہ ہوسکے۔

۱۸۰۳ء میں سید ذوالفقار علی خاں رئیس اعظم قصبہ جانسٹھ (ضلع مظفر نگر) نے حکام کی خدمت میں اپنا رسوخ پیدا کیا اور آپ کو حسن خدمات

کے صلے خلعت وانعام عطا ہوا اور آپ تحصیل داری کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے قصبہ ہذا میں نہایت خوب صورت مسجد اور ایک بلند دروازہ تعمیر کرایا۔ آپ کے فرزند سید اکبر علی خاں بھی تحصیل دار رہے اور آپ کے بیٹے سید خورشید علی خاں بھی تحصیل دار رہے اور حسن خدمات کے سلسلے میں آپ کو بھی خلعت عطا ہوا۔ اس کے علاوہ آپ کو موضع نوناں، سرائے رسول پور اور لوہارا واقع ضلع مظفر نگر بطور جاگیر ہوئے۔

سید جلال الدین حیدر ساکن قصبہ موانہ کلاں (ضلع میرٹھ) کوتوال تھے۔ آپ بھی کافی مقبول شخصیت تھے۔ ملکۂ آنجہانی نے آپ کو بطور اپنے باڈی گارڈ منتخب فرمایا تھا لیکن کسی وجہ سے آپ جا نہ سکے۔ آپ کی اولاد میں بھی صاحب علم و فضل ہوئے اور سرکاری عہدوں پر ممتاز رہے۔

سید امداد حسین رئیس موضع تنگ تحصیل دار تھے۔ آپ نے بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ سید قاسم حسین موضع بلی پورہ بھی تحصیل دار تھے۔

خان بہادر سید محمد ہادی ساکن موضع سرائے رسول پور کلکٹر تھے۔ خان بہادر سید اکبر حسین ساکن موضع بلاسپور پوسٹ ماسٹر جنرل رہے تھے۔ خان بہادر سید امیر حسین ساکن رتھیڑی کلکٹر کے عہدے پر فائز رہے تھے۔

سید محمد حسین ساکن ککرولی و سید احمد حسین ساکن کہلاوڈہ تحصیل داری کے عہدوں سے ریٹائر ہوئے۔

سید بشیر حسین زیدی ساکن موضع ککرولی حال دہلی چیف منسٹر ریاست رام پور رہے۔ اس کے بعد آپ وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی رہے۔ بفضل خدا بقید حیات ہیں اور بہت سے سرکاری و نیم سرکاری

اداروں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

خان بہادر سید مظفر علی خاں کوثر رئیس قصبہ جانسٹھ (راقم الحروف کے پردادا) ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید خورشید علی خاں عہدۂ تحصیل داری پر فائز تھے۔ سید مظفر علی خاں سادات بارہہ کی ممتاز شخصیت تھے۔ آپ بہت اچھے صاحب قلم اور شاعر تھے۔ آپ کوثر تخلص کرتے تھے۔ قومی اور مذہبی معاملات میں آپ کو بے انتہا دل چسپی تھی۔ آپ "پیسہ فنڈ" کے آنریری سکریٹری بھی رہے۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی تحریک اور بعد میں اس کو مضبوط اور منظم کرنے کے سلسلے میں بھی آپ پیش پیش رہے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے بمقام ملتان (پاکستان) منعقدہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ مذہبی امور میں غیر معمولی دل چسپی لینے کے علاوہ فنون لطیفہ کے بھی دل دادہ تھے۔ فوٹو گرافی کا آپ کو بہت شوق تھا اور اس کے آرٹ سے بخوبی واقف تھے۔

آپ نے "تاریخ سادات بارہہ" کے نام سے سادات کی تاریخ مرتب کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے بہت سے مرثیے اور رسائل تصنیف کیے جو کافی مشہور ہوئے۔

آپ نے قصبہ ہذا میں بہت خوب صورت ضریح مقدس حضرت امام حسین علیہ السلام تعمیر کرائی جو اصل روضۂ مقدس واقع کربلائے معلیٰ سے ہو بہو ملتی ہے۔ یہ پختہ ضریح مقدس آج بھی زیارت گاہِ خلائق ہے اور اس کی مثال قرب وجوار میں نہیں ہے۔

سید سرفراز علی خاں شاکر (راقم الحروف کے دادا) سید مظفر علی

خاں کے بیٹے تھے ۔ آپ کا رجحان طبعی بھی شاعری کی طرف تھا ۔ آپ نے بہت سے مرثیے تصنیف کیے اور مرثیہ پڑھنے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا ۱۹۴۹ء میں آپ نے قصبہ جانسٹھ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا سالانہ اجلاس منعقد کرایا جس کی وجہ سے آپ قوم میں کافی مقبول ہوئے ۔

سید عبداللہ خاں رئیس جانسٹھ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد سید حسین علی خاں رئیس جانسٹھ کو غدر کے زمانے میں قابل قدر خدمات انجام دینے کے صلے میں حکام کی طرف سے بہت سے مواضعات بطور جاگیر عطا ہوئے تھے ۔ سید عبداللہ خاں نے M.A.O کالج علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی ۔ آپ قصبہ جانسٹھ کے چیرمین بھی رہے اور قصبہ ہذا میں قائم "انگریزی اسکول" کے سکریٹری بھی رہے ۔ آپ کے بڑے بھائی سید مہدی علی خاں رئیس جانسٹھ بھی اسپیشل مجسٹریٹ سکنڈ کلاس رہے تھے ۔

سید حسن علی خاں ۔ سید عبداللہ خاں کے بیٹے تھے ۔ آپ میدان سیاست میں کافی مقبول ہوئے اور M.L.A کے عہدے پر فائز ہوئے ۔

سید شوکت علی خاں ۔ سید مہدی علی خاں کے بیٹے تھے ۔ آپ ڈپٹی کلکٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ۔ آپ ایک اچھے فارسی داں اور علم دوست شخصیت کے مالک تھے ۔ آپ کو علم فلسفہ کی بھی کافی واقفیت تھی ۔ سید مہدی علی خاں کی اولاد میں چند دوسرے حضرات آج بھی ممتاز عہدوں پر فائز ہیں ۔

سید ضیغم علی خاں (راقم الحروف کے والد) سیاست میں بے انتہا دلچسپی رکھتے تھے ۔ آپ قصبہ ہذا کے چیرمین بھی رہے ۔

سید ظہیر عالم ساکن موضع سمبھلہیڑہ شکاریات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آپ بفضل خدا بقید حیات ہیں۔ قرب و جوار میں آپ جیسا شکاری اس وقت موجود نہیں ہے۔ شکاریات سے متعلق آپ ایک کتاب بھی مرتب کر رہے ہیں جو عنقریب مکمل ہونے والی ہے۔ فی الوقت آپ تقریباً پندرہ ۱۵ شیروں کا شکار کر چکے ہیں۔

علم و فضل میں بھی سادات بارہہ کے لوگ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ سید علی بلگرامی۔ سید حسن بلگرامی۔ عماد الملک سید حسین بلگرامی جیسی مشہور ہستیاں شجر سادات کی ہی شاخیں ہیں۔

علمائے کرام میں مولانا سید ظہور الحسن صاحب قبلہ ساکن میران پور بہت مشہور ہوئے۔ آپ کے علاوہ مولوی سید ذو الفقار حسین۔ مولانا سید محمد صاحب دہلوی۔ مولوی حکیم سید محمد صاحب بھی بہت مشہور رہے۔ مولانا سید ممتاز حسین صاحب قبلہ ساکن سمبھلہیڑہ بہ فضل خدا بقید حیات ہیں اور دریائے علم سے قوم کو فیض یاب کر رہے ہیں۔ سید قاسم حسین ساکن سمبھلہیڑہ مرثیہ خوانی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور اس میدان میں آپ نے زبردست مقبولیت حاصل کی۔

شعراء میں سید محمد علی عارفؔ نے شاعری کے میدان میں انقلاب عظیم برپا کیا۔ موضع سمبھلہیڑہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ سید حمید حسن ہنرؔ ساکن موضع کوال بھی بہت مقبول شاعر تھے۔ سید ظہیر عباس ظہیرؔ ساکن قصبہ جانسٹھ ابھی بقید حیات ہیں آپ بحیثیت شاعر کافی مقبول ہیں۔

خاتمہ
اور
گزارش

ابتدا ہی سے سادات بارہہ کا قبیلہ جنگجو رہا اور جنگجویانہ خصوصیات کی وجہ سے ہی اس کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ بڑے بڑے بہادر اور دلیر اس قوم میں پیدا ہوئے جنہوں نے میدان جنگ میں اپنے ہم عصروں کا منھ پھیر دیا اور اپنی دھاک قائم کی جس کی تاریخ آج بھی شاہد ہے۔ یہ سادات کی بے پناہ شجاعت ہی تھی جس کی وجہ سے مغل فوجوں میں ان کو اولیت حاصل رہی جس کا واضح ثبوت ان کی ہراول فوجی دستہ میں موجودگی ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سادات نے بڑے بڑے معرکوں میں اپنی جان پر کھیل کر مغل فرماں رواؤں کی لاج رکھی۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد جب انگریز برسر اقتدار آئے اور تمام ہندوستان پر ان کا تسلط بخوبی قائم ہو گیا تو یہاں کے حالات میں تبدیلی ناگزیر ہو گئی۔ ان تبدیلیوں کا اثر یہ ہوا کہ جنگ و جدل کے جو مواقع قوم کو میسر تھے ان کا اب پوری طرح فقدان ہو گیا۔ لہٰذا اس طرح تمام قوم جسمانی طور پر کمزور پڑ گئی۔

انگریزی دور کے اواخر میں سادات بارہہ کے عام طور پر معاشی حالات بگڑنے شروع ہو گئے جب کہ ان کی جاگیریں وغیرہ ضبط ہو گئیں

لیکن ان حالات میں بھی قوم کی عام حالت اطمینان بخش تھی حالاں کہ عیش و عشرت کی فراوانی نہ رہی تھی۔ کچھ عرصہ بعد حالات نے ایک نیا موڑ اختیار کیا جب کہ زمین داری نظام ختم کر دیا گیا۔ زمین داریاں جانے سے سادات کی معاشی حالت پر بے انتہا ناخوش گوار اثر پڑا کیوں کہ اکثر و بیشتر سادات زمین داری اور کاشت پر اکتفا کرتے تھے اور یہی اس قوم کا پیشہ بن چکا تھا۔ آزادیٔ وطن کے بعد جب سادات کی زمین داریاں بھی نہ رہیں تو قوم نے معمولی کاشت کاری کو ہی گزر بسر کا ذریعہ بنا لیا اور کوئی جدید پیشہ اختیار کرنے پر چنداں غور نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے معاشی حالات بگڑتے ہی چلے گئے اور تمام قوم ایک معاشی بحران میں مبتلا ہو گئی۔ ہماری معیشت خراب ہونے کی وجہ یہ بھی رہی کہ ہم نے کبھی اپنے ذرائع آمدنی کے فروغ پر دھیان نہ دیا اور اخراجات ہمارے ہمیشہ سے ہی شاہانہ رہے علاوہ اس کے ابتدا سے ہی سے سادات میں عام تعلیم کا رواج نہ تھا۔ ہم نے جدید تعلیم کو ترجیح نہ دی اور علم سے ہمیشہ بے بہرہ رہے۔ حالاں کہ چند خاندان اونچی تعلیم کے اخراجات بھی برداشت کر سکتے تھے لیکن انھوں نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنے بچوں کو جدید تعلیم سے سنوار ناگوارہ نہ کیا۔ جب قوم کے مردوں کی یہ حالت تھی تو مستورات کا ذکر ہی کیا۔ ہماری قوم نے تعلیم نسواں کو ہمیشہ بری نگاہ سے دیکھا اور ان کی تعلیم کو اہمیت نہ دی جس کی وجہ سے ہماری عورتیں علم سے بے بہرہ رہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر سادات بارہہ کے معاشی حالات دگرگوں ہو گئے اور آہستہ آہستہ افلاس نے قوم کو گھیر کر بدحالی اور گم نامی کے اندھیرے غار کی طرف دھکیل دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جسمانی طور پر تو ہم مضمحل ہو ہی چکے تھے اب معاشی طور پر بھی

بے انتہا کمزور پڑ گئے ہیں۔ معاشی نظام کے درہم برہم ہو جانے اور ناخواندگی
بڑھنے کے ساتھ دوسری سماجی اور اخلاقی برائیاں بھی ہمارے اندر پیدا
ہو گئیں جس کی وجہ سے ہمارے سماجی ڈھانچے کو ضرب کاری لگی اور قوم
کی انفرادیت تقریباً ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ معاشرے کے بگڑنے کی
وجہ سے قومی اتحاد کو زبردست ٹھیس پہنچی اور قوم کا شیرازہ منتشر ہو کر
رہ گیا۔ آپسی میل ملاپ اور بھائی چارہ کی بجائے ایک دوسرے پر
فضول نکتہ چینی اور ایک دوسرے کی تضحیک کرنا ہمارا شیوہ بن گیا۔
اخلاقیات کے بگڑنے اور سماجی خامیوں کے فروغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم
اپنا قومی وقار کھو بیٹھے اور اس کے ساتھ ہمارا اقتدار بھی رخصت
ہو گیا۔ اب حال یہ ہے کہ دوسری قومیں ہم پر سبقت حاصل کر چکی ہیں
اور ترقی کی اس دوڑ میں ہم کافی پیچھے رہ گئے ہیں۔

گزشتہ دہائی میں ہمارے سماج میں کچھ چند تبدیلیاں واقع ہوئیں
منجملہ ان میں ایک تعلیم کی طرف رغبت ہے۔ اب ہم نے تعلیم کے میدان
میں کچھ پیش قدمی کی ہے۔ اونچی تعلیم کی اہمیت کو کافی سمجھا ہے۔ پچھلے برسوں
میں سادات بارہہ کے کافی نوجوانوں نے اپنے آبائی پیشے یعنی کاشتکاری
کو ترک کر کے اور اونچی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف شعبوں میں ملازمت
اختیار کی ہے۔ سادات بارہہ کے نوجوانوں کی کافی تعداد تعلیم حاصل
کرنے کے بعد اب وکالت کا پیشہ اختیار کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں سید
کوثر علی خاں ساکن جانسٹھ، سید رونق علی زیدی ساکن موضع جٹواڑہ،
سید نذر محمد ساکن موضع بیلڑہ، سید اقبال عباس ساکن مظفر نگر، سید
محمود علی ساکن موضع ہاشم پور، سید شاہد رضا موضع بلی پورہ، سید

نذر حسنین موضع چتوڑہ ، سید شبیہ مصطفےٰ ساکن موضع جوہلی ، سید لخت حسنین موضع سندھاولی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔

اس کے علاوہ چند حضرات نے شعبۂ تعلیم کی ملازمت بھی اختیار کی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر سید اقبال حسنین موضع چتوڑہ (حال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سید ظہیر حیدر موضع بہیڑہ سادات (حال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) و سید انور علی زیدی قصبہ جانسٹھ (حال سومالیہ - افریقہ) کے نام قابل ذکر ہیں ۔ سادات کے نوجوانوں میں ٹیکنیکل تعلیم حاصل کرنے کا رجحان بھی بڑھتا نظر آتا ہے ۔ کافی تعداد میں سادات کے لڑکے ٹیکنیکل سروس میں شمولیت اختیار کر چکے ہیں ۔ اس سلسلے میں سید محمد مہدی قصبہ جانسٹھ (انجینئر) (حال عراق) و سید سعادت نبی زیدی ساکن موضع بہاری کے نام قابل ذکر ہیں ۔ ان کے علاوہ چند دوسرے حضرات I.T.I ٹریننگ کورس (انجینئر) بھی کر رہے ہیں ۔ مردوں کے مقابلے عورتوں میں تعلیمی رجحان اب بھی بہت کم نظر آتا ہے ۔ اگرچہ کافی لڑکیاں اب گریجویشن کر چکی ہیں لیکن وہ بھی اپنی تعلیم کا خاطر خواہ جائز استعمال نہیں کر پائی ہیں ۔

بہر کیف گزشتہ چند برسوں میں سادات کی معاشیات میں کافی سدھار ہوا ہے ۔ بہت سے خاندانوں کی مالی حالت استوار ہوئی ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ان کی ترقی نظر آتی ہے ۔ اس کے باوجود بھی ابھی ہمیں بہت کچھ محنت و مشقت اپنے حالات درست کرنے کے سلسلے میں کرنی ہے کیوں کہ اکثر و بیشتر سادات کے لوگ اب بھی بدحالی کا شکار ہیں ۔ عام طور پر تعلیم کا رجحان اب ہم لوگوں میں بڑھ رہا ہے اس کے علاوہ ہمارے نوجوان ٹیکنیکل تعلیم کے میدان میں

بھی آگے بڑھ رہے ہیں جو ایک حوصلہ افزا قدم ہے اور اس کے خوش آیند نتائج آئندہ دس برسوں میں ظاہر ہوں گے۔

قوم کے تمام افراد کا یہ فرض ہے کہ فی زمانہ ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے اور تقاضۂ ماحول کو مدنظر رکھ کر اپنے ہیں تبدیلی پیدا کریں۔ ہمارے لیے سب سے اہم چیز تعلیم ہے۔ تمام لوگوں کا فرض ہے کہ وہ جہاں تک کوشش ہو اپنے بچوں اور نوجوانوں کو تعلیم یافتہ بنا کر کسی قابل بنانے کی کوشش کریں۔ ٹیکنیکل تعلیم کے میدان ہیں ہمارے لیے کافی گنجائش موجود ہے۔ اس طرح کے ٹریننگ کورس کرنے کے بعد ہمارے نوجوانوں کو ملازمتوں کے نئے مواقع فراہم ہوں گے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ٹیکنیکل تعلیم زیادہ سے زیادہ حاصل کی جائے جس سے ہماری ترقی تیزی کے ساتھ ممکن ہو سکے۔ تعلیم نسواں پر بھی خاص دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہماری لڑکیاں تعلیم یافتہ ہوں گی تو انھیں اپنا مستقبل سنوارنے کا اچھا موقع ملے گا اور اپنے بچوں کی پرورش زیادہ بہتر طریقے سے کر سکیں گی جس کا اثر آئندہ آنے والی نسلوں پر ظاہر ہو گا۔

تعلیم کے علاوہ معاشیات کو بہتر بنانے کا مسئلہ بھی بڑا سخت ہے۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ ہی ہماری معاشیات بھی سدھرنی چاہییں۔ اس کا مناسب طریقہ صرف یہی ہے کہ ہم لوگ جس میدان میں کام سرانجام دیں بڑی مشقت اور ایمان داری سے دیں۔ جو لوگ زراعت کا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں ان کو زیادہ مشقت کرنی ہو گی اور اپنے پیشے کو جدید طریقوں کا استعمال کر کے ترقی دینی ہو گی۔ اس سلسلے ہیں موجودہ سرکار بھی کافی امداد فراہم کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ سرکاری یا پرائیویٹ

ملازمتوں پر ہیں ان کو بھی بڑی محنت اور ایمان داری سے اپنی خدمات انجام دینی چاہئیں تاکہ ترقی کی راہیں ان کے لیے مسدود نہ ہوں۔

آخر میں قوم کے تمام افراد سے میری گزارش ہے کہ وہ اپنے پرانے ماحول کو ترک کریں اور اپنی سماجی حالت کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کریں۔ فرسودہ اور غیر شرعی رسموں اور رواج کو ترک کرنے کا وقت اب آن پہنچا ہے۔ آپسی بھائی چارہ کو فروغ دینا بہت ضروری ہے۔ ایسے اقدامات نہ کریں جس سے قوم کے اتحاد و اتفاق میں رخنہ پیدا ہو۔ ایک دوسرے سے حسد اور جلن نہ کریں بلکہ امداد باہمی کے اصول کو مدنظر رکھ کر قدم اٹھائیں۔ ہمارے جو بھائی ترقی یافتہ اور خوش حال ہیں ان کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنے سے کمتر بھائیوں کی حتیٰ الامکان امداد کریں تاکہ ان کو بھی آگے بڑھنے کا موقع مل سکے۔

بہرکیف ان تمام اقدامات پر غور کرنے کے بعد اگر ہم ان پر عمل پیرا ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم دوسری ترقی یافتہ قوموں کا مقابلہ نہ کرسکیں اور خوش حالی ہمارے قدم نہ چومنے لگے اور بے شک یہی خوشحالی کا اصل راز بھی ہے ؎

بقائے عیش کا اس دار فانی میں گماں کیوں ہو
زمانہ کروٹیں بدلے تو پھر خواب گراں کیوں ہو
نہیں اے قوم پستی کا الم ہاں اس کا رونا ہے
امیر کارواں ہو کر غبار کارواں کیوں ہو

(سید ظہیر عباس جانشٹھی)

بڑا دروازہ محلہ جمعہ۔ جالندھر
تعمیر کردہ: سید نورالدین علی خاں

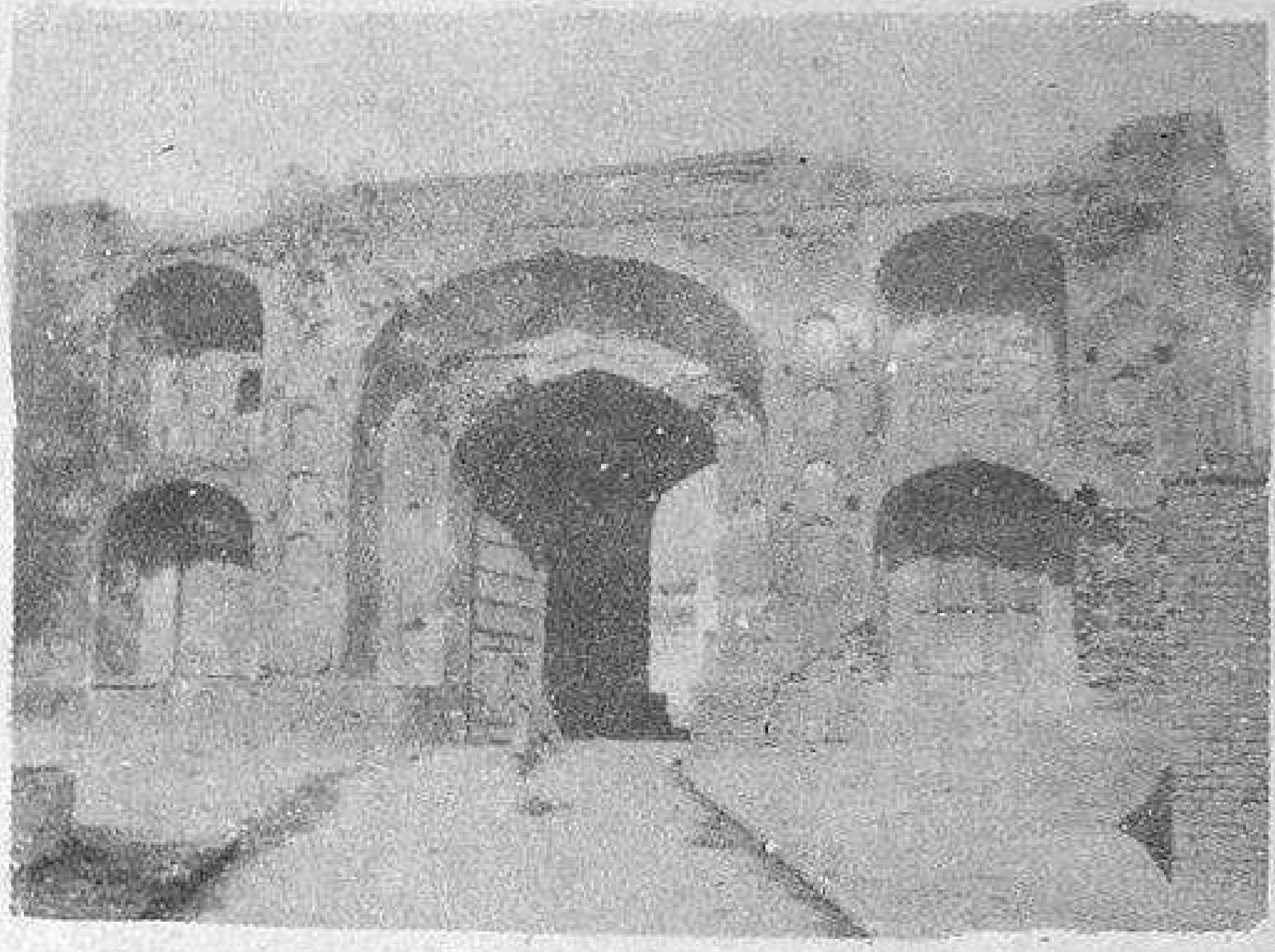

بڑا دروازہ رنگ محل۔ جالندھر
تعمیر کردہ: سید ذوالفقار علی خاں

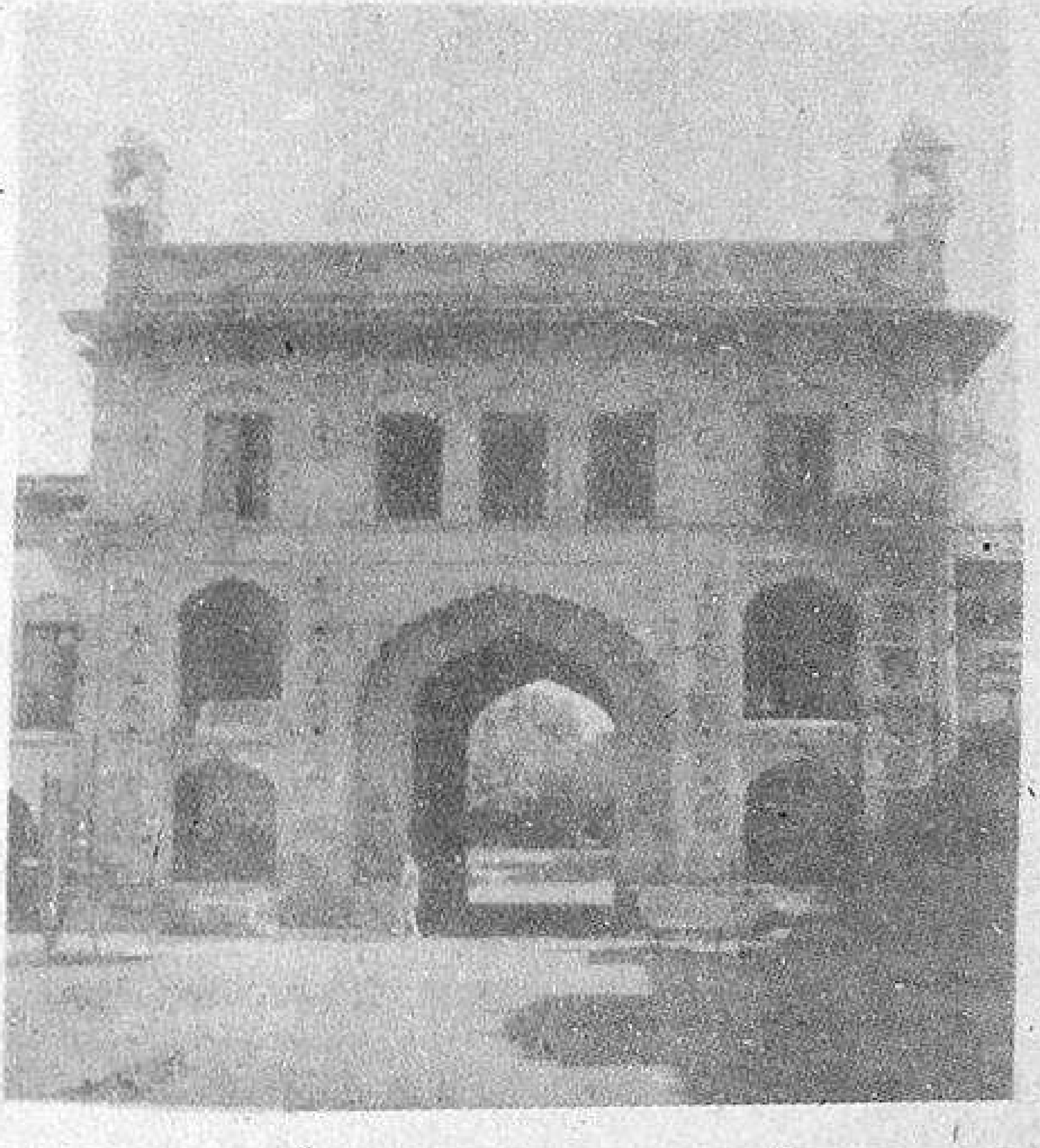

امیر الامرا سید حسین علی خاں۔ کمانڈر انچیف۔ فرخ سیر بادشاہ
(بادشاہ گر)

سیّد حسن علی خاں المخاطب بہ عبداللہ خاں - فیروز جنگ - وزیراعظم فرّخ سیر بادشاہ
(بادشاہ گر)

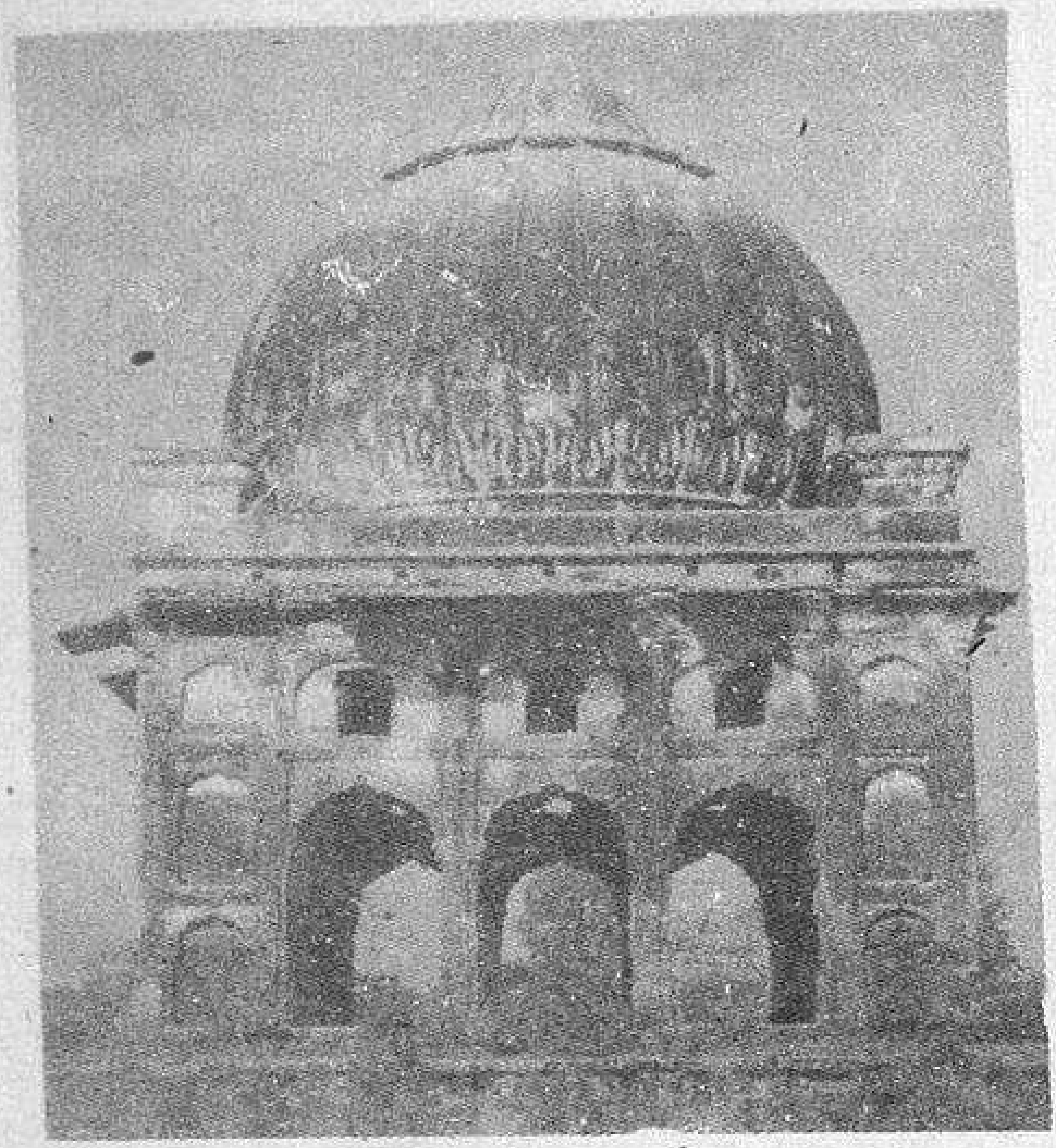

مقبرہ سید سیف الدین علی خاں
جانسٹھ